مسئلہ امکانِ نبوت

دلائل امکانِ نبوت از رُوئے قرآن مجید

پہلی آیت

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ (الحج: ۷۶) کہ اللہ تعالیٰ چُنتا ہے اور چُنے گا فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں میں سے بھی۔

اِس آیت میں يَصْطَفِيْ مضارع کا صیغہ ہے جو حال اور مستقبل دونوں زمانوں کے لئے آتا ہے پس يَصْطَفِيْ کے معنی ہوئے "چنتا ہے اور چُنے گا"۔ اس آیت میں یصطفی سے مراد صرف حال نہیں لیا جاسکتا کیونکہ :- آیت کی ترکیب اصل میں اس طرح ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَاللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ النَّاسِ رُسُلًا کہ اللہ فرشتوں میں سے بھی رُسُل چُنتا ہے اور انسانوں میں سے بھی رُسُل چُنتا ہے۔ لفظ رُسُل جمع ہے۔ اس سے مراد آنحضرتؐ (واحد) نہیں ہو سکتے۔ پس ماننا پڑے گا کہ آنحضرتؐ کے بعد رسالت کا سلسلہ جاری ہے اور يَصْطَفِيْ مستقبل کے لئے ہے۔

نوٹ :- بعض غیر احمدی رُسُل بصیغہ جمع کا اطلاق واحد پر ثابت کرنے کے لئے وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ (المرسلت: ۱۲) والی آیت پیش کیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہاں رُسل کو بمعنی رسول واحد لیا ہے سو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ شہادۃ القرآن کی عبارتِ محوّلہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے جمع کا ترجمہ واحد نہیں کیا، بلکہ جمع ہی رکھا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۴۸ و ۱۴۹ پر اس آیت کا الہامی ترجمہ رقم فرمایا ہے :-

"وہ آخری زمانہ جس سے رسولوں کے عدد کی تعیین کی جائے گی یعنی آخری خلیفہ کے ظہور سے قضاء وقدر کا اندازہ جو مرسلین کی تعداد کی نسبت مخفی تھا ظہور میں آجائے گا۔۔۔۔ پس یہی معنی آیت وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ کے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا اور یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسولوں کی آخری میزان ظاہر کرنے والا مسیح موعود ہے۔"

پس یہ عبارت صاف طور پر بتا رہی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اِس آیت میں رُسل سے مراد "مرسلین" اور "رسولوں" بصیغہ جمع ہی لیا ہے۔ ہاں أُقِّتَتْ کے لفظ سے میزانِ کنندہ (میزان ظاہر کرنے والا) کا وجود نکالا ہے۔ پس مخالفین کا شہادۃ القرآن کا حوالہ پیش کرنا سراسر دھوکہ ہے۔

ب :- يَصْطَفِيْ مضارع منسوب بذاتِ خداوندی ہے اور اس آیت کی اگلی آیت ہے يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ (الحج: ۷۷) خدا تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے) کیا خدا تعالیٰ اس آیت کے

نزول کے وقت جانتا تھا، اب وہ نہیں جانتا۔ یَعْلَمُ بھی مضارع ہے۔

غیر احمدی :۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم خود خدا کی اس قدیم سُنّت سے ماہر ہو کہ وہ انسانوں میں سے رسول چُنتا ہے جو اس کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اسی سنّتِ قدیمہ کی رو سے اب نبی یہ رسول بھیجا گیا ہے، بجائے اس کے کہ ارسالِ رُسل کی سنّتِ الٰہیہ سے موجودہ نبوت کا استدلال کیا جاتا آئندہ نبوت کا خواہ مخواہ ذکر چھیڑ دیا گیا بیہودہ ترجمہ ہے۔" (محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۴۲۸)

جواب :۔ جب سنّتِ قدیمہ یہی ہے کہ وہ "تبلیغ" کے لئے رسول بھیجا کرتا ہے تو پھر اب بھی نبوت جاری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا (الاحزاب: ۶۳ - فاطر: ۴۴) کہ اللہ تعالیٰ کی سنّت کبھی بدلا نہیں کرتی۔ اندریں حالات تمہارا "ارسالِ رسل" کا انکار کرنا بیہودہ ہے یا ہمارا اقرار؟

غیر احمدی :۔ تشریعی نبی بھیجنا بھی تو خدا کی سنّت ہے وہ کیوں بدل گئی؟

جواب :۔ یہ کس نے کہا ہے کہ تشریعی نبی بھیجنے کی سنّت بدل گئی ہے۔ تشریعی نبی بھیجنے کے لیے تو اللہ تعالیٰ کی یہ سنّت ہے کہ جب سابقہ شریعت ناقص یا نامکمل ہو یا ناقص تو نہ ہو مگر محرّف (مبدّل) ہو گئی ہو تو نئی شریعت نازل فرماتا ہے اور غیر تشریعی نبی بھیجنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جس وقت ضرورتِ زمانہ کے لحاظ سے نہ سابقہ شریعت ناقص ہو اور نہ محرّف ہوئی ہو۔ بلکہ لوگوں میں بدعملی اور ضلالت و گمراہی پیدا ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ ان میں "تبلیغ" اور اصلاح کے لئے غیر تشریعی نبی بھیجا کرتا ہے۔

پس چونکہ قرآن مجید مکمل شریعت ہے اور اس میں تحریف بھی نہیں ہوئی بلکہ یہ اپنی اصلی حالت پر قائم ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی سنّتِ قدیمہ کے عین مطابق یہ ضروری ہے کہ کوئی تشریعی نبی نہ آئے بلکہ غیر تشریعی نبی آئے۔ پس جب تک قرآن مجید میں تحریف ثابت نہ کرو، یا یہ ثابت نہ کرو کہ قرآن مجید (نعوذ باللہ) ناقص کتاب ہے، اس وقت تک تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرآن مجید کے بعد تشریعی نبی کا نہ آنا سنّتِ قدیمہ کے خلاف ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مکمل اور غیر محرّف شریعت کی موجودگی میں نئی شریعت کا نہ بھیجنا ہی خدا کی سنّت ہے جو اس وقت بھی جاری ہے لیکن کیا تم انکار کر سکتے ہو کہ اِس وقت دُنیا میں ضلالت و گمراہی اور بدعملی کا دَور دورہ نہیں؟ اگر ہے اور ضرور ہے تو پھر تمہاری تسلیم کردہ "سنتِ ارسالِ رُسُل" کے مطابق اِس زمانہ میں کوئی غیر تشریعی نبی کیوں نہیں آ سکتا؟

غیر احمدی :۔ "رُسل" صیغہ جمع ہونے کا کیا یہ مطلب ہے کہ دس دس بیس بیس اکٹھے رسول آئیں؟

جواب :۔ نہیں! بلکہ صیغہ جمع کا مفاد صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ صرف ایک ہی رسول نہیں بھیجیگا بلکہ وقتاً فوقتاً نبی بھیجتا رہے گا۔ اور وہ رسول من حیث المجموع اتنے ہوں گے کہ اُن پر صیغہ جمع اطلاق پائے۔

غیر احمدی :۔ صیغہ مضارع کبھی حال کے لئے اور کبھی استقبال کے لئے ہوتا ہے (محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۴۳۱)

جواب ۱:- اس آیت میں استقبال کے لئے ہی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو رسولِ واحد تھے۔ اُن پر "رُسُل" صیغۂ جمع کا اطلاق نہیں پا سکتا۔ نیز ان کا اصطفاء تو اس آیت کے نزول سے کئی سال پہلے ہو چکا تھا۔ نزول کے وقت تو نہیں ہو رہا تھا۔ اس لئے یہاں مضارع حال کے لئے ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ بہرحال مستقبل کے لئے ہے۔

اگر "حالِ ماضی" کے لئے ہوتا تو اس سے پہلے یا مابعد کسی واقعۂ ماضی کا ذکر ہوتا، لیکن اس آیت سے پہلے بھی اور بعد بھی آخر سورۃ تک کسی واقعۂ ماضی کی طرف اشارہ تک نہیں بلکہ سب جگہ موجودہ مخالفین ہی سے خطاب ہے لیکن اگر واقعہ ماضی ہوتو "اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی" فرمایا ہوتا۔ جیسے "اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ" (آل عمران: ۳۴) وغیرہ آیات میں ہے۔ پس یہ آیت امکانِ نبوت کے لئے نصِ قطعی ہے جس کا تمہارے پاس کوئی جواب نہیں۔

نوٹ:- بعض دفعہ مخالفین کہا کرتے ہیں کہ آیت ہذا میں ایک عام قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ خدا ہمیشہ اپنے رسول بھیجا کرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ مضارع سے عام قاعدہ صرف ایک ہی صورت میں مراد لیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مضارع استمرارِ تجددی کے طور پر استعمال کیا جائے لیکن استمرارِ تجددی کے لئے ضروری ہے کہ اُس میں زمانہ مستقبل بھی ضرور پایا جائے ہم مخالفین کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کوئی ایسا استمرار تجددی دکھائیں جس میں زمانہ مستقبل شامل نہ ہو۔ صرف ماضی اور حال مراد ہو۔ استمرار تجددی کے لئے مندرجہ ذیل حوالجات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ وَقَدْ تُفِيْدُ الْاِسْتِمْرَارَ التَّجَدُّدِيَّ بِالْقَرَائِنِ اِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُضَارِعًا كَقَوْلِ طَرِيْفٍ ؎

اَوَكُلَّمَا وَرَدَتْ عُكَاظَ قَبِيْلَةٌ ۔۔۔ بَعَثُوْا اِلَيَّ عَرِيْفَهُمْ يَتَوَسَّمُ

(کتاب قواعد اللغۃ العربیۃ ص۱۰۸ علم المعانی مطبوعہ قاہرہ)

اور کبھی جب فعل مضارع ہو۔ بعض قرائن سے استمرار تجددی کا بھی فائدہ دیتا ہے۔ جیسا کہ طریف شاعر کا یہ شعر ہے ؎

جب کبھی عکاظ کے میدان میں کوئی قبیلہ آکر اُترتا ہے تو وہ اپنے بڑے آدمی کو میری طرف بھیجتے ہیں جو گھاس کی تلاش کرتا رہتا ہے یا جو میری طرف دیکھتا رہتا ہے۔ یہاں یَتَوَسَّمُ مضارع ہے جس نے استمرار تجددی کا کام دیا (یہی مضمون بتغیر الفاظ تلخیص المفتاح ص۲۰ سطر ۳ پر ہے)۔

۲۔ تفسیر بیضاوی تفسیر سورۃ آل عمران رکوع ۴ زیر آیت اِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (آل عمران: ۳۷) لکھا ہے۔ اُعِيْذُهَا فِيْ كُلِّ زَمَانٍ مُسْتَقْبِلٍ۔ یعنی اُعِيْذُهَا میں استمرار تجددی ہے اور آیت کے معنے یہ ہیں کہ میں اس کے لئے پناہ مانگتی ہوں۔ ہر آنے والے زمانہ کے لئے" گویا استمرار تجددی میں زمانہ مستقبل بالخصوص پایا جاتا ہے۔

اسی طرح آیت اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ (الحج: ۷۶) میں استمرار تجددی ہو سکتا ہے اور

اس کے لیے قرینہ "الرسل" بصیغہ جمع اور فعل مضارع کا خدا کی طرف منسوب ہونا ہے (استمرار میں تینوں زمانے شامل ہوتے ہیں۔ کوئی زمانہ مستثنیٰ نہیں ہوسکتا۔ خصوصاً زمانہ مستقبل جس کا ہونا اسمیں لازمی ہے)

نوٹ :۔ اگر کوئی کہے کہ اگر استمرار تجددی تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئیگا کہ ہر ایک سیکنڈ میں نبی اور رسول آتے رہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ استمرار کے لئے وقت اور ضرورت کی قید ہوتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ (المائدۃ : ۷۶) کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے "کَانَا یَاْکُلٰنِ" ماضی استمراری ہے (کیونکہ یاکلان مضارع پر کانا داخل ہوا) تو کیا حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کی والدہ تمام دن رات کھانا ہی کھاتے رہتے تھے۔ یہاں استمرار کا مطلب یہ ہے کہ عندالضرورت کھانا کھاتے تھے۔ اسی طرح اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ کا مطلب ہے کہ عندالضرورت خدا تعالیٰ رسول بھیجتا رہے گا۔

پس خدا تعالیٰ نے اِس آیت میں بتایا ہے۔ کہ میں انسانوں کو بھی نبوت کے لئے چُنتا رہونگا اور فرشتوں کو بھی مختلف ڈیوٹیوں کے لئے بھیجتا رہوں گا۔ گویا سلسلہ نبوت جاری رہے گا۔ یاد رہے کہ ملائکہ صرف وحی لانے ہی کے لئے نہیں آتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے جسقدر احکام ہیں اُن کے نفاذ کے لئے لاتعداد ملائکہ ہیں۔ جنکو اللہ تعالیٰ چن کر ہمیشہ بھیجتا رہتا ہے پس منکرین نبوت کا یہ کہنا کہ انبیاء کی طرف ایک ہی فرشتہ وحی لایا کرتا ہے بے اثر ہے۔ یہاں صرف وحی لانے کا ذکر نہیں بلکہ عام طور پر احکام الٰہی کے نفاذ کے لیے فرشتوں کے چننے کا ذکر ہے۔

<u>دوسری آیت</u> :۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (آل عمران : ۱۸۰) خدا تعالیٰ مومنوں کو اس حالت پر نہیں چھوڑے گا جس پر اے مومنو تم اس وقت ہو۔ یہاں تک کہ پاک اور ناپاک میں تمیز کر دیگا خدا تعالیٰ ہر ایک مومن کو غیب پر اطلاع نہیں دیگا (فلاں پاک ہے اور فلاں ناپاک) بلکہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے گا بھیجے گا (اور ان کے ذریعہ سے پاک اور ناپاک میں تمیز ہو گی) پس اے مسلمانو! اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لانا۔ اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو۔ تو تم کو بہت بڑا اجر ملیگا۔

سورۃ آل عمران مدنی سورۃ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کم از کم تیرہ سال بعد نازل ہوئی جب کہ پاک اور ناپاک میں ابوبکرؓ و ابوجہل میں۔ عمرؓ اور ابولہب میں۔ عثمانؓ اور عتبہ و شیبہ وغیرہ میں کافی تمیز ہو چکی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ مومنوں میں پھر ایک دفعہ تمیز کریگا۔ مگر اس طور سے نہیں کہ ہر مومن کو الہاماً بتا دے کہ فلاں مومن اور فلاں منافق ہے بلکہ فرمایا کہ رسول بھیج کر ہم پھر ایک دفعہ یہ تمیز کر دینگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ایک دفعہ یہ تمیز ہو گئی۔ اِس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد ایک اور تیز کریگا۔ پس اس سے سلسلۂ نبوت ثابت ہے۔

تیسری آیت:۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النسآء: ۷۰)

جو اطاعت کریں گے اللہ کی اور اس کے اِس رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی پس وہ اُن میں شامل ہوجائیں گے جن پر اللہ نے انعام کیا۔ یعنی نبی، صدیق، شہید اور صالح اور یہ اُن کے اچھے ساتھی ہونگے۔

اِس آیت میں خدا تعالیٰ نے اُمّتِ محمدیہ میں طریقِ حصول نعمت اور تحصیلِ نعمت کو بیان کیا ہے آیت میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی سے ایک انسان صالحیت کے مقام سے ترقی کرکے نبوت کے مقام تک پہنچتا ہے۔

دوسری جگہ جہاں انبیاء سابق کی اتباع کا ذکر کیا ہے وہاں اس کے نتیجہ میں انعام نبوت نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ فرمایا:۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ (الحدید: ۲۰) یعنی وہ لوگ جو ایمان لاتے اللہ تعالیٰ پر اور باقی تمام انبیاء پر وہ صدیق اور شہید ہونگے۔

یاد رہے کہ یہاں اٰمَنُوْا صیغہ ماضی اور رُسُلِهٖ صیغہ جمع ہے۔ بخلاف من یطع اللہ والی آیت کے کہ اس میں يُطِعِ مضارع ہے اور الرسول خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

گویا پہلے انبیاء کی اطاعت زیادہ سے زیادہ کسی انسان کو صدیقیت کے مقام تک پہنچا سکتی تھی مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ایک انسان کو مقامِ نبوت پر بھی فائز کر سکتی ہے۔ اگر کہا جائے کہ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ والی آیت میں لفظ مع ہے۔ مِنْ نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے وہ نبیوں کے ساتھ ہونگے۔ خود نبی نہ ہونگے تو اس کا جواب یہ ہے کہ:۔

۱۔ اگر تمہارے معنے تسلیم کرلئے جائیں تو ساری آیت کا ترجمہ یوں بنے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے نبیوں کے ساتھ ہونگے مگر خود نبی نہ ہونگے۔ وہ صدیقوں کے ساتھ ہونگے مگر خود صدیق نہ ہونگے وہ شہیدوں کے ساتھ ہونگے مگر خود شہید نہ ہونگے وہ صالحین کے ساتھ ہونگے مگر خود صالح نہ ہونگے۔ تو گویا نہ حضرت ابوبکرؓ صدیق ہوئے، نہ عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ و حضرت حسینؓ شہید ہوئے اور نہ اُمّتِ محمدیہ میں کوئی نیک آدمی ہوا۔ تو پھر یہ اُمّت خیر اُمّت نہیں بلکہ شر اُمّت ہوئی۔ لہٰذا اِس آیت میں مع بمعنی ساتھ نہیں ہوسکتا بلکہ مع بمعنی مِنْ ہے۔

۲۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا (النسآء: ۱۴۷) مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا

اور اللہ کے لئے اپنے دین کو خالص کیا۔ پس وہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں۔ اور خدا تعالیٰ مومنوں کو عنقریب بڑا اجر دیگا۔

کیا یہ صفات رکھنے والے لوگ مومن نہیں صرف مومنوں کے ساتھ ہی ہیں اور کیا ان کو "اجر عظیم" عطا نہیں ہوگا؟ چنانچہ تفسیر بیضاوی میں آیت بالا کے الفاظ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ کا ترجمہ یہ کیا ہے "فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمِنْ عِدَادِھِمْ فِی الدَّارَیْنِ (بیضاوی جلد اول ص ۲۳۶ مطبوعہ مطبع احمدی سورۃ نساء ع ۲۰) یعنی وہ لوگ دونوں جہانوں میں مومنوں کی گنتی میں شامل ہیں۔ پس مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ کا ترجمہ بھی یہ ہوگا کہ "وہ دونوں جہانوں میں منعم علیہم یعنی انبیاء کی گنتی میں شامل ہوں گے"۔

۳۔ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (آل عمران: ۱۹۴) کہ (مومن یہ دعا کیا کرتے ہیں کہ) اے اللہ! ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے۔ اِس آیت کا کیا یہ مطلب ہے۔ اے اللہ! جب نیک لوگوں کی جان نکلے۔ ہماری جان بھی ساتھ ہی نکال لے؟ نہیں بلکہ یہ ہے کہ اے اللہ! ہم کو بھی نیک بنا کر مار۔

۴۔ ایک جگہ شیطان کے متعلق آتا ہے۔ اَبٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ (سورۃ الحجر: ۳۲) کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا اور دوسری جگہ مِنَ السّٰجِدِیْنَ (الاعراف: ۱۲) آتا ہے۔

نوٹ:۔ مَعَ کے معنے معیت (ساتھ) کے بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آیت اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (البقرۃ: ۱۹۵، التوبہ: ۱۲۳) (کہ خدا نیک لوگوں کے ساتھ ہے) میں۔ اور مع کے معنے مِنْ بھی ہوتے ہیں جیسا کہ اوپر مثالیں دی گئی ہیں۔ اور مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ والی آیت میں تو اِس کے معنے سوائے مِنْ کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ اگر یہ معنے نہ کئے جائیں تو اُمّتِ محمدیہ نعوذ باللہ شر الامت قرار پاتی ہے جو بالبداہت باطل ہے لہٰذا ہمارے جواب میں اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبہ: ۴۰) اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (البقرۃ: ۱۹۵) پیش کرنا غیر احمدیوں کے لئے مفید نہیں۔

نبوّت موہبت ہے

بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں نبوت ملے گی۔ تو اس سے یہ ماننا لازم آئے گا کہ نبوت ایک کسبی چیز ہے۔ حالانکہ نبوت موہبت الٰہی ہے نہ کہ کسبی۔ اور نبی تو ماں کے پیٹ سے ہی نبی پیدا ہوتا ہے۔

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک نبوت وہبی ہے لیکن قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی موہبت نازل نہیں ہوتی جب تک کہ انسان کی طرف سے بعض اعمال ایسے سرزد نہ ہوتے ہوں جو اس موہبت کے لئے جاذب بن جائیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ (الشوریٰ: ۵۰) کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسکو لڑکیاں موہبت کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے لڑکے موہبت کرتا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا وَوَھَبْنَا لَہٗٓ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ (مریم: ۵۰)

کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق اور یعقوبؑ موہبت کئے۔ اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد موہبت ہے لیکن کیا اولاد کے حصول کے لئے کسی انسانی عمل کی ضرورت نہیں ؟

بیشک نبوت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتّباع اور پیروی اور اطاعت اور اعمالِ صالحہ شرط ہیں، لیکن اعمال صالحہ بھی تو خدا تعالیٰ کی طرف سے توفیق کے بغیر بجالاتے نہیں جا سکتے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

" وہ نعمت بخشی ہے کہ جو میری کوشش سے نہیں بلکہ شکمِ مادر میں ہی مجھے عطا کی گئی ہے "۔ (حقیقۃ الوحی ص۶۷) " اعمال صالحہ کا صادر ہونا خدا تعالیٰ کی توفیق پر موقوف ہے "۔

(حقیقۃ الوحی ص۶۵ حاشیہ ص۱۳۱ حاشیہ)

عورتیں کیوں نبی نہیں بنتیں ؟

بعض غیر احمدی وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ (النسآء : ۷۰) والی آیت و نیز صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ (الفاتحہ : ۷) والی آیت پر (جب یہ امکانِ نبوت کی تائید میں پیش کی جاتے) یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اگر نبوت کا ملنا " اطاعتِ نبویؐ " پر موقوف ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ عورتوں میں سے کسی کو نبوت نہیں ملتی۔ حالانکہ اطاعت نبویؐ تو عورتیں بھی کرتی ہیں۔ اسی طرح صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کی دعا اگر حصولِ نبوت کو مستلزم ہے تو یہ دُعا تو عورتیں بھی کرتی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ عورتیں نبی نہیں بنتیں ؟ تو اِس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض محض آیاتِ مذکورہ بالا پر غور نہ کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے حالانکہ اس کا جواب بھی اِن آیات میں موجود ہے اور وہ یہ کہ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ والی آیت میں یوں نہیں فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرینگے ہم ان کو نبی بنائیں گے بلکہ فرمایا جو لوگ اطاعت کرینگے ہم اُن کو اُن لوگوں میں شامل کر دیں گے جن پر ہم نے انعام کیا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ (النسآء : ۷۰) (بصیغہ ماضی) یعنی نبی، صدّیق اور صالح۔ جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ زمانۂ ماضی میں جس جس طرح ہم نے مندرجہ بالا انعامات تقسیم کئے تھے۔ اب ہم اطاعتِ نبویؐ کے نتیجہ میں وہی انعام اسی طریق پر اُمّتِ محمدیّہ کے افراد میں تقسیم کریں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ (النسآء : ۷۰) میں جو لوگ شامل ہیں اُن میں سے کوئی عورت بھی کبھی " نبی " ہوئی ؟ تو اِس کا جواب اللہ تعالیٰ خود دیتا ہے کہ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ (الانبیاء : ۸) یعنی اے نبیؐ ! ہم نے آج تک کسی عورت کو نبی نہیں بنایا۔ پس جب کبھی کوئی عورت نبوت کا انعام پانے والی کبھی ہوئی ہی نہیں۔ تو پھر اُمّتِ محمدیّہ میں کس طرح ہو سکتی ہے ؟ کیونکہ اس اُمّت کو تو وعدہ ہی یہ دیا گیا ہے کہ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (النسآء : ۷۰) کہ تم کو بھی وہی انعامات ملیں گے جو پہلی اُمّتوں کو ملے۔ مَردوں کو نبوت ملی۔ عورتیں زیادہ سے زیادہ صدّیقیت کے مقام تک پہنچیں۔ چنانچہ اِس اُمّت میں بھی انتہائی مقام مردوں کے لئے نبوت اور عورتوں کے

لیے صدیقیت مقرر ہوا۔

اسی طرح صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی دُعا میں بھی اَنْعَمْتَ صیغہ ماضی ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ اے خدا! جو جو انعامات تو پہلی اُمتوں کے افراد پر نازل کرتا رہا ہے وہ ہم پر بھی نازل کر پس چونکہ پہلی اُمتوں میں کبھی کوئی عورت نبی نہیں ہوئی اس لئے اب بھی کوئی عورت نبی نہیں ہوگی جب اُمتِ محمدیہ کا کوئی مرد صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی دُعا کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے خدا! مجھ پر بھی وہ انعام نازل فرما جو تُو نے پہلی اُمتوں کے مردوں پر کئے۔ اور جب کوئی اُمتِ محمدیہ کی عورت یہ دُعا کرتی ہے تو اُس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اے خُدا! تُو نے جو انعام پہلی اُمتوں کی عورتوں پر نازل کئے وہ مجھ پر بھی نازل فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پُرحکمت کلام میں ماضی کا صیغہ رکھ کر اس اعتراض کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ہر اطاعت کرنیوالا نبی کیوں نہیں بنتا؟

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ والی دُعا تو اُمتِ محمدیہ کے افراد کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی کی۔ پھر مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ والی آیت کے ماتحت اُن سب کو نبوت ملنی چاہیئے تھی؟

الجواب ۱:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (الانعام: ۱۲۵) کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر جانتا ہے کہ کس کو نبی بنائے۔ کب نبی بنائے اور کہاں نبی بنائے؟

الجواب ۲:۔ اللہ تعالیٰ سورۃ نور میں فرماتا ہے: وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ (النور: ۵۶) کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے اور اعمال صالحہ بجالانے والے مسلمانوں کے ساتھ وعدہ کرتا ہے کہ اُن سب کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔

اب ظاہر ہے کہ آیتِ استخلافِ مندرجہ بالا کی رُو سے خلیفہ صرف حضرت ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم ہی ہوئے۔ کیا تمام صحابہؓ میں صرف یہ چار مومن باعمل تھے؟ کیا حضرت عائشہؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت بلالؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، طلحہؓ، زبیرؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ صحابہؓ نعوذ باللہ مومن نہ تھے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ بیشک یہ سب مومن تھے لیکن خلافت اللہ کی دین ہے جس کو چاہے دے۔ لیکن وعدہ عام ہے جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اب نبوت و خلافت صرف انہی لوگوں کو مل سکتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار ہوں۔ اس کے بغیر نہیں مل سکتی۔ علاوہ ازیں جب کسی قوم سے ایک شخص نبی ہو جائے تو وہ انعامِ نبوت سب قوم پر ہی سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول قرآن مجید میں ہے:۔

یَا قَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ (المائدۃ: ۲۱) کہ اے

قوم اس نعمت کو یاد کرو جو خدا نے تم پر نازل کی جب کہ اس نے تم میں سے نبی بنائے۔

گویا کسی قوم میں سے کسی شخص کا نبی ہونا اس تمام قوم پر خدا تعالیٰ کی نعمت سمجھا جاتا ہے۔ پس صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ اور مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ والی آیات میں جس نعمت نبوت کا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دیا گیا ہے اس کا تقاضا یہ نہیں کہ ہر کوئی نبی بنے بلکہ صرف اس قدر ضروری ہے کہ اِس اُمّت میں سے بھی ضرور نبوت کی نعمت کسی فرد پر نازل کی جائے۔

ہمارے ترجمہ کی تائید

حضرت امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے اِس آیت کے وہی معنے بیان کئے ہیں جو اوپر بیان ہوئے چنانچہ تفسیر بحر المحیط (مؤلفہ محمد بن یوسف اندلسی میں لکھا ہے:۔ وَقَوْلُہٗ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ تَفْسِیْرٌ بِقَوْلِہٖ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ــــــ وَالظَّاھِرُ اَنَّ قَوْلَہٗ مِنَ النَّبِیّٖنَ تَفْسِیْرٌ لِلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ فَکَاَنَّہٗ قِیْلَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ مِنْکُمْ اَلْحَقَہُ اللّٰہُ بِالَّذِیْنَ تَقَدَّمَھُمْ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ۔ قَالَ الرَّاغِبُ مِمَّنْ اَنْعَمَ عَلَیْھِمْ مِنَ الْفِرَقِ الْاَرْبَعِ فِی الْمَنْزِلَۃِ وَالثَّوَابِ اَلنَّبِیُّ بِالنَّبِیِّ وَالصِّدِّیْقُ بِالصِّدِّیْقِ وَالشَّھِیْدُ بِالشَّھِیْدِ وَالصَّالِحُ بِالصَّالِحِ وَ اَجَازَ الرَّاغِبُ اَنْ یَّتَعَلَّقَ مِنَ النَّبِیّٖنَ بِقَوْلِہٖ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ اَیْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَمَنْ بَعْدَھُمْ (تفسیر بحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ مصر) یعنی خدا کا فرمانا کہ "مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ" یہ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی تفسیر ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خدا کا قول مِنَ النَّبِیّٖنَ تفسیر ہے اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ کی۔ گویا یہ بیان کیا گیا ہے کہ تم میں سے جو شخص اللہ اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریگا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو اُن لوگوں میں شامل کردیگا جن پر قبل ازیں انعامات ہوئے اور امام راغبؒ نے کہا ہے کہ ان چار گروہوں میں شامل کریگا مقام اور نیکی کے لحاظ سے۔ نبی کو نبی کے ساتھ اور صدیق کو صدیق کے ساتھ اور شہید کو شہید کے ساتھ اور صالح کو صالح کے ساتھ۔ اور راغبؒ نے جائز قرار دیا ہے کہ اس اُمّت کے نبی بھی نبیوں میں شامل ہوں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ یعنی مِنَ النَّبِیّٖنَ (نبیوں میں سے)۔

اس حوالے سے صاف طور پر حضرت امام راغبؒ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس اُمّت میں بھی انبیاء کی آمد کے قائل تھے۔ چنانچہ اس عبارت کے آگے مؤلف بحر المحیط (محمد بن یوسف بن علی بن حیان الاندلسی جو ۷۴۵ھ میں فوت ہوئے) نے امام راغبؒ کے مندرجہ بالا قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ راغبؒ کے اس قول سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ کی اُمّت میں سے بعض غیر تشریعی نبی پیدا ہونگے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرینگے۔ اِس پر مصنف اپنا مذہب لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ درست نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے۔

لیکن ہمیں مؤلف بحر المحیط یعنی محمد بن یوسف الاندلسی کے اپنے عقیدہ سے سروکار نہیں ہمیں تو یہ دکھانا مقصود ہے کہ آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ الخ کا جو مفہوم آج جماعتِ احمدیہ بیان کرتی ہے وہ نیا نہیں۔ بلکہ آج سے سینکڑوں سال قبل امام راغب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کا وہی ترجمہ کرتے ہیں جو آج جماعتِ احمدیہ کی طرف سے کیا جاتا ہے۔

غیر احمدی:۔ ترمذی میں حدیث ہے کہ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ " آج تک کتنے لوگ تجارت کی وجہ سے نبوت حاصل کر چکے ہیں؟
(محمدیہ پاکٹ بک ص۴۲۹)

جواب:۔ یہ روایت ضعیف ہے۔ کیونکہ اسے قبیصہ ابن عقبۃ الکوفی نے سفیان ثوری سے اور سفیان ثوری نے ابوحمزہ عبداللہ بن جابر سے۔ اس نے حسن سے اور اس نے ابوسعید سے روایت کیا ہے۔

قبیصہ کے متعلق لکھا ہے:۔ قَالَ ابْنُ مَعِیْنٍ ھُوَ ثِقَۃٌ اِلَّا فِیْ حَدِیْثِ الثَّوْرِیِّ وَقَالَ اَحْمَدُ کَثِیْرُ الْغَلَطِ...... قَالَ ابْنُ مَعِیْنٍ لَیْسَ بِذَاکَ الْقَوِیِّ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص۳۱) کہ ابن معین فرماتے ہیں کہ قبیصہ کی وہ روایت جو وہ سفیان ثوری سے روایت کرے کبھی قبول نہ کرنا احمد کے نزدیک یہ راوی کثرت سے غلط روایت کرتا تھا اور ابن معین کے خیال میں یہ قوی راوی نہ تھا۔ یہ روایت بھی اس راوی کی سفیان ثوری ہی سے ہے۔ لہٰذا جھوٹی ہے۔

۲۔ اگر درست بھی ہوتی تو بھی حرج نہ تھا کیونکہ التاجر الصدوق الامین تو خود ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارکہ ہیں۔ لہٰذا آپ ہی وہ خاص تاجر اور وہ سچ بولنے والے امین نبی تھے جن کی تعریف اس قول میں کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ حضور نبی تھے۔

چوتھی آیت:۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (الاعراف: ۳۶) اے بنی آدم (انسانو!) البتہ ضرور آئیں گے تمہارے پاس رسول تم میں سے جو بیان کریں گے تمہارے سامنے میری آیتیں۔ پس جو لوگ پرہیزگاری اختیار کریں گے اور اپنی اصلاح کریں گے ان کو کوئی غم اور ڈر نہ ہوگا۔

"اِمَّا یَاْتِیَنَّ" کا ترجمہ ہے" البتہ ضرور آئیں گے" کیونکہ یَاْتِیَنَّ مضارع مؤکد بہ نون ثقیلہ ہے جو مضارع میں تاکید مع خصوصیت زمانہ مستقبل کرتا ہے جیسا کہ کتاب الصرف مؤلفہ حافظ عبدالرحمٰن امرتسری میں لکھا ہے:۔

"نونِ تاکید۔ یہ حرف آخر مضارع میں آتا ہے اور اس کے آنے سے مضارع کے پہلے لام مفتوح کا آنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ نون مضارع کے آخر حرف پر فتحہ اور معنے تاکید مع خصوصیت زمانہ مستقبل کے دیتا ہے جیسے لَیَفْعَلَنَّ (وہ البتہ ضرور کرے گا) اس کو مضارع مؤکد بلام تاکید و نون تاکید کہتے ہیں۔" اور اس پر حاشیہ

میں لکھا ہے:۔

اکثر تو لام مفتوح آتا ہے مگر کبھی اِمَّا بھی آجاتا ہے۔ جیسے "اِمَّا یَبْلُغَنَّ"

(دیکھو کتاب الصرف ص۱۵ ایڈیشن نمبر ۹ ص۲۳)۔

نیز ملاحظہ ہو بیضاوی جلد ۲ ص۲۸۲ مطبع احمدی زیر آیت فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ (سورۃ زخرف ع ۴ پارہ ۲۵) لکھا ہے۔

وَمَا مَزِيْدَةٌ مُؤَكِّدَةٌ بِمَنْزِلَةِ لَامِ الْقَسَمِ فِي اسْتِجْلَابِ النُّوْنِ الْمُؤَكِّدَةِ۔"

پس "یَاْتِیْ" (آئے گا) مضارع کے آخر میں "نون تاکید" آیا۔ اور اس کے شروع میں اِمَّا آیا۔ پس اس کے معنے ہوتے "البتہ ضرور آئیں گے رُسُل" (ایک سے زیادہ رسول)۔

نوٹ:۔ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور اس میں تمام انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ یہاں یہ نہیں لکھا ہوا کہ ہم نے گذشتہ زمانہ میں یہ کہا تھا۔ نیز اس آیت سے پہلے کئی مرتبہ "یَا بَنِیْ اٰدَمَ" آیا ہے اور اس میں سب جگہ آنحضرت صلعم اور آپ کے بعد کے زمانہ کے لوگ مخاطب ہیں جیسا کہ یَا بَنِیْ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف: ۳۲) اے انسانو! ہر مسجد (یا نماز) میں اپنی زینت قائم رکھو۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:۔ فَاِنَّهٗ خِطَابٌ لِاَهْلِ ذٰلِكَ الزَّمَانِ وَلِكُلِّ مَنْ بَعْدَهُمْ (تفسیر اتقان جلد ۲ ص۳۶ مصری) کہ یہ خطاب اس زمانہ اور اگلے زمانہ کے تمام لوگوں کو ہے۔

(ب) تفسیر حسینی موسومہ بہ تفسیر قادری میں ہے:۔ "یہ خطاب عرب کے مشرکوں کی طرف ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ خطاب عام ہے۔" (تفسیر حسینی جلد ۱ ص۳۰۵ آخری سطر مطبوعہ نولکشور زیر آیت یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم)۔

(ج) امام فخر الدینؒ رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔ وَاِنَّمَا قَالَ رُسُلٌ وَاِنْ كَانَ خِطَابًا لِلرَّسُوْلِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَهُوَ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔۔ ۔۔۔۔ وَاَمَّا قَوْلُهٗ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِيْ فَقِيْلَ تِلْكَ الْاٰيٰتُ هِيَ الْقُرْاٰنُ۔۔۔۔۔۔ ثُمَّ قَسَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى حَالَ الْاُمَّةِ فَقَالَ (فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ) (تفسیر کبیر جلد ۴ ص۲۹۹ مصر)۔

غیر احمدی:۔ یَا بَنِیْ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف: ۳۲) میں "مسجد" کا لفظ غیر مذاہب کے معبدوں کے لئے استعمال ہوا ہے نہ کہ مسلمانوں کی مسجدوں کیلئے۔

جواب:۔ آیت زیر بحث کے سیاق و سباق میں سوائے مسلمانوں کے کسی اور قوم کا ذکر ہی نہیں اور یہ تمام نصائح مسلمانوں کو کی گئی ہیں۔ چنانچہ یَا بَنِیْ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ (الاعراف: ۳۶) سے پہلی دو آیات یہ ہیں:۔ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ

يَا بَنِيٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ (الاعراف:۳۴ تا ۳۶) -

ان آیات کا ترجمہ تفسیر حسینی سے نقل کیا جاتا ہے :-

"کہہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سوائے اِس کے نہیں کہ حرام کئے رب تیرے نے گناہ کبیرہ کہ بڑے عذاب کے سبب ہیں جو ظاہر ہے ان میں سے جیسے کفر اور جو پوشیدہ ہے جیسے نفاق اور حرام کیا وہ گناہ جس پر حد مقرر نہیں ہے - جیسے گناہِ صغیرہ - اور حرام کیا ظلم یا تکبر ساتھ حق کے ...... اور حرام کیا یہ کہ شرک لاؤ تم ساتھ اللہ کے - اور شرک پکڑو اس کی عبادت میں اس چیز کو کہ خدا نے نہیں بھیجی ..... کوئی دلیل - اور یہ بھی حرام کیا ہے کہ کہو تم جھوٹ اور افتراء کرو خدا پر جو کچھ تم نہیں جانتے ہو - کھیتوں اور چار پایوں کی تحریم اور بیت الحرام کے طواف میں برہنہ ہونا اور واسطے ہر گروہ کے ایک مدّت ہے جو خدا نے مقرر کر دی ہے - ان کی زندگی کے واسطے" (تفسیر حسینی جلد ۱ صفحہ ۳۰۵)

صاف ظاہر ہے کہ "قُلْ" کہہ کر خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور پھر حضورؐ کے ذریعہ سے یہ پیغام تمام بنی نوع انسان کو پہنچایا گیا ہے کہ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ - (الاعراف: ۳۶)

باقی رہا تمہارا کہنا کہ "مسجد" سے مراد اصحاب کہف (عیسائیوں) کی مسجد ہے تو یہ محض مغالطہ آفرینی ہے - کیونکہ یہ آیت عیسائیوں کے گرجوں کے اندر اچھے اچھے کپڑے پہن کر جانے کی ہدایت نہیں دیتی بلکہ کعبہ شریف اور خصوصاً اور دوسری اسلامی مساجد میں عموماً نماز پڑھنے کے لئے جانے والوں کو مخاطب کرتی ہے چنانچہ تفسیر حسینی میں خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف: ۳۲) کی مندرجہ ذیل تشریح کی گئی ہے :-

بعض مفسّر اس بات پر ہیں کہ یہ خطاب عام ہے اور اکثر مفسّر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے - اس واسطے بنو ثقیف اور دوسری ایک جماعت عرب مشرکوں کی تھی کہ اُن کے مرد اور عورتیں برہنہ طواف کرتی تھیں - اور کپڑے اُتار ڈالنے سے یہ فال لیتے تھے کہ گناہوں سے ہم بری ہو گئے اور بنو عامر احرام کے دنوں میں حیوان کھانے سے پرہیز کرتے تھے اور تھوڑے سے کھانے پر قناعت کر کے اس فعل کو اطاعت جانتے تھے اور کعبہ کی تعظیم کا خیال باندھتے تھے - مسلمانوں نے کہا کہ یہ تعظیم و تکریم کرنا ہم کو تو بہت سزاوار اور لائق ہے - حق تعالیٰ نے انہیں منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ اپنے کپڑے کہ اِن کے سبب سے تمہاری زینت ہے عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ نزدیک ہر مسجد کے جس کا تم طواف کرتے ہو یا جس میں تم نماز پڑھتے ہو" (تفسیر حسینی جلد ۱ صفحہ ۳۰۴)

(ب) حضرت امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اِنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ قَبَائِلِ الْعَرَبِ كَانُوْا يَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ عُرَاةً - اَلرِّجَالُ بِالنَّهَارِ وَ النِّسَآءُ بِاللَّيْلِ وَكَانُوْا اِذَا وَصَلُوْا اِلٰى مَسْجِدِ مِنٰى طَرَحُوْا ثِيَابَهُمْ وَاَتَوُا الْمَسْجِدَ عُرَاةً وَقَالُوْا لَا نَطُوْفُ فِيْ ثِيَابٍ اَصَبْنَا فِيْهَا الذُّنُوْبَ --- فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَفْعَلَ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ

الْاٰیَةِ اَمْ اَلْبِسُوْا ثِیَابَکُمْ وَکُلُوا اللَّحْمَ ۔ (تفسیر کبیر جلد ۴ ص۲۹۳ مصری)

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عرب قبائل بباعث جاہلیت کے خانہ کعبہ کا طواف ننگے بدن کرتے تھے۔ دن کو مرد اور رات کو عورتیں طواف کرتی تھیں۔ اور جب وہ مسجد منٰی کے قریب پہنچتے تھے۔ تو اپنے کپڑے اُتار کر مسجد میں ننگے بدن آتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہم ان کپڑوں کے ساتھ کبھی طواف نہیں کریں گے جن میں ہم گناہ کرتے ہیں۔ پھر جب اس بارے میں مسلمانوں نے رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی یہ حکم دیا کہ اپنے کپڑے پہنو اور گوشت کھاؤ۔

(ج) تفسیر بیضاوی میں ہے:۔

خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ ۔ ثِیَابَکُمْ لِمُوَارَاةِ عَوْرَتِکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ لِطَوَافٍ اَوْ صَلٰوةٍ ۔ وَمِنَ السُّنَّةِ اَنْ یَّاْخُذَ الرَّجُلُ اَحْسَنَ هَیْئَتِهٖ لِلصَّلٰوةِ وَفِیْهِ دَلِیْلٌ عَلٰی وُجُوْبِ سَتْرِ الْعَوْرَةِ فِی الصَّلٰوةِ ۔

وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا :۔ مَاطَابَ لَکُمْ رُوِیَ اَنَّ بَنِیْ عَامِرٍ فِیْ اَیَّامِ حَجِّهِمْ کَانُوْا لَا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ اِلَّا قُوْتًا ..... فَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ بِهٖ فَنَزَلَتْ (بیضاوی مجتبائی جلد ۲ ص۱۵۳)

پس ثابت ہوا کہ یہاں مسجد سے مُراد عیسائیوں کے گرجے نہیں۔ بلکہ کعبۃ اللہ اور مسلمانوں کی دوسری مسجدیں مراد ہیں۔ نیز یہ کہ حضرت آدمؑ کے زمانہ کا واقعہ بیان نہیں کیا جا رہا بلکہ مسلمانوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔

غیر احمدی:۔ لفظ "رسول" نبی اور رسول اور محدث تینوں معنوں پر مشتمل ہے جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے۔

جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصطلاح تو خاص تھی جس کے رُو سے لفظ محدث بالواسطہ غیر تشریعی نبی کا ہم معنی اور قائمقام ہے۔ اس لحاظ سے اگر لفظ "رسول" میں غیر تشریعی نبوت کا حامل شامل ہو تو پھر بھی امکان نبوت ثابت ہے۔

غیر احمدی:۔ لفظ رسول تو تشریعی وغیر تشریعی دونوں قسم کی نبوت پر مشتمل ہے پھر اس آیت سے تشریعی نبوت کا امکان بھی ثابت ہوا۔

جواب:۔ جی نہیں! بلکہ اس آیت میں تو اس کے بالکل برعکس یہ بتایا گیا ہے کہ اب جن رسولوں کی آمد کا وعدہ دیا جا رہا ہے وہ سب غیر تشریعی نبی ہونگے اور صرف یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ (الاعراف: ۳۶) وہ سابقہ نازل شدہ آیاتِ قرآنی ہی کو پڑھ پڑھ کر سُنایا کریں گے۔ ملاحظہ ہو حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد۔ فرماتے ہیں:۔

وَاَمَّا قَوْلُهٗ (تَعَالٰی یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیَاتِیْ) فَقِیْلَ تِلْکَ الْاٰیَاتُ هِیَ الْقُرْاٰنُ :

(تفسیر کبیر جلد ۴ ص۲۹۹ مصری)

نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان موعودہ رسولوں کی بعثت کی غرض تو تقویٰ پیدا کرنا اور اصلاح کرنا ہوگی جیسا کہ فرمایا ہے فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ (الاعراف: ۳۶) یعنی جو تقویٰ اختیار کریگا اور اپنی اصلاح

کریگا وہی امن میں ہوگا۔ دوسرا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ اس آیت سے "اِتْيَانُ الرُّسُلِ اَمْرٌ جَائِزٌ غَيْرُ وَاجِبٍ" (بیضاوی مجتبائی جلد ۲ صفحہ ۱۵۳ و مطبع احمدی جلد ۱ صفحہ ۲۸۲ نیز تفسیر ابی السعود بر حاشیہ تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۲۹۹ مصری) یعنی یَا بَنِیْۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسولوں کا آنا جائز ہے۔ اگرچہ ضروری نہیں کہ رسول ضرور ہی آئیں۔

بہرحال "امکانِ نبوت" کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔

<u>پانچویں آیت</u>:۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ ۶، ۷)

کہ اے اللہ! ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔ اُن لوگوں کا رستہ جن پر تُو نے اپنی نعمت نازل کی، گویا ہم کو بھی وہ نعمتیں عطا فرما جو پہلے لوگوں کو تُو نے عطا فرمائیں۔ اب سوال ہوتا ہے کہ وہ نعمتیں کیا تھیں؟ قرآن مجید میں ہے:۔

يَا قَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا۔ (المائدہ ۲۱)

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔ اے قوم! تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جب اُس نے تم میں سے نبی بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا، ثابت ہوا کہ نبوت اور بادشاہت دو نعمتیں ہیں جو خدا تعالیٰ کسی قوم کو دیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی دُعا سکھائی ہے اور خود ہی نبوت کو نعمت قرار دیا ہے اور دُعا کا سکھانا بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی قبولیت کا فیصلہ فرما چکا ہے۔ لہٰذا اس سے اُمّتِ محمّدیہ میں نبوت ثابت ہوئی۔

<u>چھٹی آیت</u>:۔

يَاۤ اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (المومنون: ۵۲) اے رسولو! پاک کھانے کھاؤ اور نیک کام کرو۔ یہ جملہ ندائیہ ہے جو حال اور مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور لفظ رُسُلٌ بصیغہ جمع کم از کم ایک سے زیادہ رسولوں کو چاہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اکیلے رسول تھے۔ آپ کے زمانہ میں بھی کوئی اور رسول نہ تھا۔ لہٰذا ماننا پڑیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول آئینگے ورنہ کیا خدا تعالیٰ وفات یافتہ رسولوں کو یہ حکم دے رہا ہے کہ اُٹھو! اور پاک کھانے کھاؤ اور نیک کام کرو۔

اس امر کا ثبوت کہ یہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسولوں کو نہیں ہے:۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ "يَاۤ اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا"۔ (المومنون: ۵۲) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ۔ (البقرۃ: ۱۷۳)

(مسلم کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال بحوالہ محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۲۴۲ ایڈیشن یکم مارچ ۱۹۳۵ء)

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ پاک ہے اور سوائے پاکیزگی کے کچھ قبول نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی حکم دیا ہے جو اس نے نبیوں کو دیا ہے کہ اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور مناسب حال اعمال بجالاؤ۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ اے ایمان والو! اس پاک رزق سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دیا ہے۔

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ جس طرح یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ (البقرۃ: ۱۷۳) والا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے فوت ہو چکنے والے مومنوں کو نہیں بلکہ موجودہ یا بعد میں ہونے والے مومنوں کو دیا گیا ہے۔ اسی طرح یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ کا خطاب بھی گذشتہ انبیاء کو نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ یا آپ کے بعد آنے والے رسولوں سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو کوئی اور رسول تھا نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ بعد پیدا ہونے والے ایسے رسولوں سے خطاب ہے جو قرآن مجید کی شریعت کے تابع ہوں گے۔

غیر احمدی:۔ آیت یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ الخ میں ذکر پہلی اُمتوں کا ہے جنہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خطاب نہیں ہے بلکہ پہلے انبیاء سے ہے۔

جواب:۔ جی نہیں! یہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے انبیاء کو ہرگز نہیں ہے جیسا کہ اوپر درج شدہ حدیث سے ثابت کیا گیا ہے۔ اب تفسیر بھی دیکھ لو۔ لکھا ہے:۔

۱۔ امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:۔ کہ رُسُلُ اللہ سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جیسے کہ یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ میں لفظ جمع کے ساتھ انہی کی طرف خطاب ہے اور یہ تعظیم کی راہ سے ہے شرح معارف میں لکھا ہے کہ جب تک حق تعالیٰ نے سب انبیاء علیہم السلام کے خصائل اور شمائل حضرت سید الانبیاء میں جمع نہیں کئے۔ حضرت کو آیت یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ سے خطاب نہیں فرمایا۔"

(تفسیر حسینی قادری جلد ۱ صفحہ ۲۸۵ زیر آیت مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ انعام ع ۱۵ نیز دیکھو جلد ۲ صفحہ ۸۵ و صفحہ ۹۱)۔

۲۔ تفسیر اتقان مصنفہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:۔

خِطَابُ الْوَاحِدِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ نَحْوَ یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ.... فَھُوَ خِطَابٌ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَحْدَہٗ اِذْ لَا نَبِیَّ مَعَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ۔" (تفسیر اتقان جلد ۲ صفحہ ۳۲ مصری)

یعنی اس آیت میں "یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ" کا خطاب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے کیونکہ بخیال مصنف آنحضرتؐ کے زمانہ یا مابعد کوئی نبی نہیں۔

۳۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

"وَقَوْلُہٗ یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا قِیْلَ عُنِیَ بِہِ الرَّسُوْلُ وَصَفْوَۃُ اَصْحَابِہٖ فَسَمَّاھُمْ رُسُلًا لِضَمِّھِمْ اِلَیْہِ۔" (مفردات راغب صفحہ ۱۹۳ حرف الراء مع السین

زیر لفظ رُسُل) یعنی اس آیت میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چیدہ اصحاب سے کیا گیا ہے اور ان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وابستگی کے باعث "رسول" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

پس یہ ثابت ہے کہ یہ خطاب انبیاء سابقہ علیہم السّلام کو نہیں باقی رہا یہ کہنا کہ لفظ رُسُل جو جمع کا صیغہ ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واحد کے لئے آیا ہے۔ تو یہ محض خوش فہمی اور ایک کو سوا لاکھ کے برابر کہنے کے مترادف ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ قرآن مجید قیامت تک کے لئے شریعت ہے اس لیے اس میں تمام ایسے احکام بیان فرما دیئے گئے جن پر قیامت تک عمل کیا جانا ضروری تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو انبیاء آنے والے تھے۔ اُن کے لئے بھی مکمل ہدایات قرآن مجید میں نازل فرما دی گئیں۔ اِن ہدایات میں سے ایک ہدایت پر مشتمل یہ آیت بھی ہے۔

ساتویں آیت:۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا

(الاحزاب: ۵۴) تمہارے لئے یہ مناسب نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذا۔ دو۔ اور نہ یہ مناسب ہے کہ تم رسول کی وفات کے بعد اُس کی بیویوں سے شادی کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے رسول تھے حضور صلعم جب فوت ہوتے آپ کی بیویوں کے ساتھ کسی نے شادی نہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضوؐر کی ازواج مطہرات بھی فوت ہو گئیں اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت بند ہو گیا ہے۔ تو نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ اُس کی وفات کے بعد اُس کی بیویاں زندہ رہیں گی اور نہ ان کے نکاح کا سوال ہی زیر بحث آئے گا۔

تو اب اگر اس آیت کو قرآن مجید سے نکال دیا جائے تو کونسا نقص لازم آتا ہے؟ اور اس آیت کی موجودگی میں ہمیں کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ لیکن چونکہ قرآن مجید قیامت تک کے لئے شریعت ہے اور اس کا ایک ایک لفظ قیامت تک واجب العمل اور ضروری ہے اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک کے انبیاء کی ازواج مطہرات اُنکی وفات کے بعد بیوگی کی حالت میں ہی رہیں گی۔

نوٹ:۔ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ کیونکہ اس میں "اَلرَّسُوْلُ یا اَلنَّبِیُّ" کا لفظ نہیں کہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوں۔ بلکہ یہاں "رَسُوْلَ اللّٰهِ" کا لفظ ہے جو عام ہے یعنی اس میں ہر رسول داخل ہے۔ لہٰذا دھوکہ سے بچنا چاہیئے۔ لفظ رَسُوْلَ اللّٰهِ قرآن مجید میں دوسرے انبیاء کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ (دیکھو الصف: ۲)۔

آٹھویں آیت:۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۔ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ

مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ۔ اِلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰھُمْ الخ

(المومن: ۳۵، ۳۶)

کہ اس سے قبل تمہارے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کھلے کھلے نشان لے کر آئے۔ مگر تم اُن کی تعلیم میں شک کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب وہ فوت ہوگئے تو تم کہنے لگ گئے کہ اب خدا تعالیٰ اِن کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجے گا۔ اِسی طرح سے خدا تعالیٰ گمراہ قرار دیتا ہے اُن لوگوں کو جو حد سے بڑھ جاتے ہیں اور (خدا کی آیات میں) شک کرتے ہیں۔ وہ لوگ آیاتِ الٰہی میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر اس کے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو کوئی دلیل عطا ہوئی ہو۔

قرآن مجید میں پہلے انبیاء علیہم السلام اور اُن کی جماعتوں کے واقعات محض قصّے کہانی کے طور پر بیان نہیں ہوتے بلکہ عبرت کے لئے آتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی اُمّت کا جو یہ عقیدہ بیان کیا ہے۔ تو اس سے ہمیں کیا فائدہ ہے؟ نیز یُضِلُّ اور یُجَادِلُوْنَ مضارع کے صیغے ہیں۔ جو مستقبل پر حاوی ہیں۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ (حٰمٓ السجدہ: ۴۳) یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے متعلق بھی وہی کچھ کہا جائیگا جو آپ سے پہلے رسولوں کے متعلق کہا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق جیسا کہ بتایا جاچکا ہے لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ مِنْۢ بَعْدِہٖ رَسُوْلًا (المومن: ۳۵) کہا گیا۔ مولوی عبدالستار صاحب اپنی مشہور پنجابی منظوم کتاب "قصص المحسنین" (قصہ یوسف زلیخا) لکھتے ہیں ؎

جعفر صادق کرے روایت اِس وِچ شک نہ کوئی
اُس ویلے وِچ حق یُوسف دے ختم نبوت ہوئی

(قصص المحسنین ص۲۹ مطبوعہ مطبع کریمی لاہور ۔ جنوری ۱۹۳۱ء بحے۔ ایس سنت سنگھ تاجران کتب لاہور)

یعنی حضرت امام جعفر صادق روایت فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام پر نبوت ختم ہوگئی۔

پس ضرور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہی کہا جاتا۔ کہ آپ کے بعد خدا تعالیٰ کوئی نبی نہیں بھیجے گا۔

نویں آیت:۔

وَاَنَّھُمْ ظَنُّوْا کَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ اَحَدًا (الجن: ۸)

بعض جن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سُن کر اپنی قوم کے پاس گئے۔ تو جاکر کہنے لگے۔ اے جنو! تمہاری طرح انسانوں کا بھی یہی خیال تھا کہ اب خدا تعالیٰ کسی نبی کو نہیں بھیجے گا۔ "مگر ایک اور نبی آگیا ہے)۔

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو آپ سے قبل پہلے نبیوں کی اُمتیں یہی عقیدہ

رکھتی تھیں کہ نبوت کا دروازہ ہمارے نبی پر بند ہو چکا ہے۔ "مَا يُقَالُ لَكَ" (حٰم السجدہ : ۴۴) کے مطابق ضرور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی یہی کہا جاتا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

د۔ إِجْمَاعَ الْيَهُوْدُ عَلٰى اَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَ مُوْسٰى ۔ (مسلّم الثبوت صـ۱) کہ یہود کا اجماع ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

ب۔ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:۔

إِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ حَصَلَ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ اَنَّ هَاتَيْنِ الشَّرِيْعَتَيْنِ لَا يَتَطَرَّقُ إِلَيْهِمَا النَّسْخُ وَالتَّغْيِيْرُ وَاَنَّهُمَا لَا يَجِيْئُ بَعْدَهُمَا نَبِيٌّ۔ (تفسیر کبیر جلد ۴ صـ۳۲ مصری زیر آیت وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا۔ انعام ع ۲) کہ یہود اور نصاریٰ یہ کہا کرتے تھے کہ تورات اور انجیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں شریعتیں کبھی منسوخ نہیں ہونگی۔ اور ان کے بعد کبھی نبی نہیں آئے گا۔

دسویں آیت:۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ۙ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝
(سورۃ الصّٰفّٰت : ۷۲، ۷۳)

کہ پہلی اُمتوں کی جب اکثریت گمراہ ہوگئی تو ہم نے اُن کی طرف نبی بھیجے۔ گویا جب کسی اُمت کا اکثر حصہ ہدایت کو چھوڑ دے تو خدا تعالیٰ کے انبیاء ان کی طرف مبعوث ہوتے ہیں۔ تاکہ ان کو پھر صراطِ مستقیم پر چلائیں۔

۲۔ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (البقرۃ : ۲۱۴)
ہم نے انبیاء رُسل اور کتابیں بھیجیں تاکہ وہ (نبی) اُن اختلافات کا فیصلہ کریں جو اُن لوگوں میں پیدا ہوگئے تھے۔

ثابت ہوا کہ اختلاف اور تفرقہ کا وجود ضرورتِ نبی کو ثابت کرتا ہے۔

۳۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (الجمعہ : ۳) کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور آپ کی آمد سے قبل یہ لوگ صریحاً گمراہی میں تھے۔

گویا جب گمراہی پھیل جائے تو خدا تعالیٰ نبی بھیجتا ہے۔

۴۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم : ۴۲) کہ خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا یعنی عوام اور علماء یا غیر اہل کتاب اور اہل کتاب کی حالت خراب ہوگئی تو نبی بھیجا گیا۔

اِن چار آیات سے ثابت ہے کہ جب دُنیا میں گمراہی پھیل جاتی ہے۔ تفرقے پڑ جاتے ہیں۔ پہلے نبی کی اُمت کا اکثر حصہ اُس کی تعلیم کو چھوڑ دیتا ہے تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نبی اور رسول کو مبعوث فرماتا ہے۔

اَب سوال یہ ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ضلالت و گمراہی، اُمتِ محمدیہ کے اکثر حصہ کا آنحضرت صلعم کی

تعلیم کو چھوڑ دینا۔ علماء اور عوام کا بگڑنا واقع ہوا یا نہیں ؟

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ شِبْرًا بِشِبْرٍ، حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً۔

(ترمذی بحوالہ مشکوۃ ص ۳۰ مطبوعہ مطبع احمدی)

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ البتہ ضرور آئیگا میری اُمت پر وہ زمانہ جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ یہ اُن کے قدم بقدم چلیں گے۔ یہاں تک کہ اگر کسی یہودی نے علانیہ اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کی ہوگی تو میری اُمت میں سے بھی ضرور کوئی ایسا ہوگا جو یہ کریگا۔ اور بنی اسرائیل کے بہتر ۷۲ فرقے ہوگئے تھے اور میری اُمت کے تہتر ۷۳ فرقے ہو جائیں گے۔ سوائے ایک کے باقی سب کے سب جہنمی ہونگے۔

۲۔ عَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى عُلَمَاؤُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

(مشکوۃ کتاب العلم ص ۳۸ مطبع احمدی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہے لوگوں پر ایسا زمانہ آئیگا جب اسلام میں سے کچھ باقی نہ رہے گا مگر نام۔ اور قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا مگر الفاظ۔ مسجدیں آباد نظر آئیں گی مگر ہدایت سے کوری۔ اُن لوگوں کے مولوی آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہونگے اُنہی سے فتنے اُٹھیں گے اور اُن ہی میں واپس لوٹیں گے۔

ان ہر دو حدیثوں سے ثابت ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ضلالِ مبین پھیلے گی۔ اُمتِ محمدیہ میں تفرقے پڑیں گے۔ اسلام کا صرف نام رہ جائیگا اور قرآن کے فقط الفاظ۔ اور پھر علماء۔ اور عوام کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہو جائے گی۔ گویا کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ۔ (الروم ۲۱: ۴۲) کا پورا نقشہ کھنچ جائیگا۔

پس قرآن کی بتائی ہوئی مندرجہ بالا سب ضروریات اور احادیث کی بتائی ہوئی سب جملہ علامات موجود ہیں جو بعثتِ رسول کو مستلزم ہیں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبوت کا امکان ثابت ہے۔

گیارہویں آیت :۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا۔ (بنی اسرآئیل ۵۹:)

کہ قیامت سے پہلے پہلے ہم ہر ایک بستی کو عذاب شدید میں مبتلا کریں گے اور یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

ب۔ دوسری جگہ فرمایا:۔
وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرآئیل : ۱۶) کہ جب تک ہم نبی نہ بھیج لیں۔ اُس وقت تک عذاب نازل نہیں کیا کرتے (یعنی نبی بھیجکر اتمام حجت کر کے پھر سزا دیتے ہیں)۔

ج۔ پھر فرمایا:۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا (القصص : ۶۰)۔
کہ خدا تعالیٰ بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ اُن میں کسی رسول کو مبعوث نہ فرماتے۔ تاکہ (عذاب سے قبل) وہ اُن کو خدا تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سُناتے (اور اُن پر اتمام حجت ہو جاتے)۔

د۔ ایک اور مقام پر فرماتا ہے۔ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى (طٰہٰ : ۱۳۵) کہ اگر ہم نبی کے ذریعہ نشان دکھلانے سے قبل ہی ان پر عذاب نازل کر کے ان کو ہلاک کر دیتے تو وہ ضرور یہ کہہ سکتے تھے کہ اے ہمارے ربّ! تُو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم اُس رسول کی یوں ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے ہی پیروی کر لیتے (اس آیت کا مضمون سورۃ القصص : ۴۸ میں بھی بیان کیا گیا ہے)۔

اِن سب آیات کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ خدا تعالیٰ انبیاء بھیجتا رہیگا۔ چونکہ عذاب سے قبل نبی آتا ہے۔ اور عذاب آئیگا تو نبی بھی آئیگا۔

بارہویں آیت:۔
اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (المائدۃ : ۴) کہ آج کے دن ہم نے تمہارا دین کامل کر دیا ہے۔ گویا قرآن شریف کو مکمل شریعت قرار دیا ہے۔

شریعت کا کام دُنیا میں انسان کا خدا کے ساتھ تعلق قائم کرانا ہوتا ہے جسقدر شریعت ناقص ہوگی۔ اُسی قدر وہ خدا کے ساتھ انسان کا ناقص تعلق قائم کراتی گی اور جتنی وہ کامل ہوگی۔ اتنا ہی وہ تعلق بھی جو انسان کا خدا سے قائم کرائے گی کامل ہوگا۔ اب قرآن مجید مکمل شریعت ہے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ خدا کے ساتھ ہمارا تعلق بھی کامل پیدا کرتی ہے اور سب سے کامل تعلق جو ایک انسان کا خدا کے ساتھ ہو سکتا ہے وہ نبوت ہے۔ اگر کہو کہ قرآن مجید کسی انسان کو نبوت کے مقام پر نہیں پہنچا سکتا تو دوسرے لفظوں میں یہ ماننا پڑے گا کہ قرآن مجید کامل نہیں بلکہ ناقص شریعت ہے اور یہ باطل ہے اور جو مستلزم باطل ہو وہ بھی باطل ہے۔ لہٰذا تمہارا خیال باطل ہے کہ قرآن نبوت کے مقام تک نہیں پہنچا سکتا۔

تیرھویں آیت:۔

اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ (اٰل عمران: ۸۲) جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب تم کو کتاب اور حکمت دیکر بھیجا جاتے اور پھر تمہارے پاس ہمارا رسول آتے تو تم اُس پر ایمان لانا اور اس کی امداد کرنا۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"فَحَاصِلُ الْکَلَامِ اِنَّہٗ تَعَالیٰ اَوْجَبَ عَلیٰ جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ الْاِیْمَانَ بِکُلِّ رَسُوْلٍ جَآءَ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَھُمْ" (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۶ نچلی طرف سے آٹھویں سطر مطبوعہ مصر زیر آیت بالا)۔

یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر یہ بات واجب کردی کہ وہ ہر اُس رسول پر ایمان لائیں جو اُن کی اپنی نبوت کا مصدّق ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ عہد لیا گیا یا نہیں۔ قرآن مجید میں ہے:۔ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ (الاحزاب: ۸) کہ ہم نے جب نبیوں سے عہد لیا تو آپؐ سے بھی لیا اور حضرت نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام سے بھی یہی عہد لیا۔

اگر آپؐ کے بعد نبوت بند تھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ عہد نہیں لینا چاہیئے تھا مگر آپ سے بھی اس عہد کا لینا امکانِ نبوت کی دلیل ہے۔

امکانِ نبوت از رُوئے احادیث نبویؐ

پہلی حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوْسِ ابْنُ مُحَمَّدٍ۔ حَدَّثَنَا دَاوُدُ ابْنُ شَبِیْبٍ الْبَاھِلِیُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ ابْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا الْحَکَمُ ابْنُ عُتَیْبَۃَ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاھِیْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ لَہٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّۃِ وَلَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔

(ابن ماجہ جلد ۱ کتاب الجنائز باب مَاجَآءَ فِی الصَّلٰوۃِ عَلیٰ ابْنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَذِکْرِ وَفَاتِہٖ صفحہ ۲۳۹ مصری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا کہ جنت میں اس کے لئے ایک انّا ہے۔ اور فرمایا کہ اگر یہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا۔

یہ واقعۂ وفات ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۹ھ میں ہوا۔ اور آیت خاتم النّبیین ۵ھ میں نازل ہوئی۔ گویا آیت خاتم النّبیین کے نزول کے چار سال بعد حضورؐ فرماتے ہیں کہ اگر میرا بیٹا

ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ گویا حضورؐ کے نزدیک اِس کا نبی نہ بننا اُس کی موت کی وجہ سے ہے نہ کہ انقطاعِ نبوت کے باعث اگر آنحضرت اللہ علیہ وسلم "خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ" کا مطلب یہ سمجھتے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو آپؐ کو فرمانا چاہیئے تھا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَمَا کَانَ نَبِیًّا لِاَنِّیْ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا۔ تب بھی نبی نہ ہوتا۔ کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ جیسے کوئی آدمی کہے۔ کہ اگر میرا بیٹا زندہ رہتا تو بی۔ اے ہو جاتا۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ بی۔ اے کی ڈگری ہی بند ہے؟ نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بی۔ اے کی ڈگری تو مل سکتی ہے لیکن اس کی موت اس کے حصول میں مانع ہوئی یہی مطلب اس حدیث کا ہے کہ نبوت تو مل سکتی ہے مگر ابراہیم کو چونکہ وہ فوت ہو گیا اس لئے اسے نہیں مل سکی۔

حدیث کی صحت کا ثبوت

۱۔ یہ حدیث "ابن ماجہ" میں ہے جو صحاح ستہ میں سے ہے۔

۲۔ اس حدیث کے متعلق شہاب علی البیضاوی میں لکھا ہے:۔ اَمَّا صِحَّةُ الْحَدِیْثِ فَلَا شُبْهَةَ فِیْهِ لِاَنَّهٗ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَیْرُهٗ کَمَا ذَکَرَهٗ اِبْنُ حَجَرٍ (الشہاب علی البیضاوی جلد ۷ صفحہ ۱۷۵)۔ کہ اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔ کیونکہ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اور دوسروں نے بھی جیسا کہ حافظ ابنِ حجر نے ذکر کیا ہے۔

۳۔ ملا علی قاریؒ جیسا محدّث لکھتا ہے:۔

لَهٗ طُرُقٌ ثَلَاثٌ یُقَوِّیْ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ (موضوعات کبیر صفحہ ۵۸)۔ کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے مگر یہ موضوع نہیں کیونکہ یہ تین طریقوں سے مروی ہے اور اس کا ہر ایک طریق دوسرے طریق سے تقویت پکڑتا ہے انہوں نے اس کو اس قدر صحیح قرار دیا ہے کہ آیت خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ کی اس لئے تاویل کی ہے کہ وہ اس حدیث کے معارض نہ ہو چنانچہ فرماتے ہیں:۔

فَلَا یُنَاقِضُ قَوْلُهٗ تَعَالٰی خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّهٗ لَا یَاْتِیْ نَبِیٌّ بَعْدَهٗ یَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ (موضوعات کبیر صفحہ ۵۹) کہ یہ حدیث خاتم النبیّٖن کے مخالف نہیں ہے کیونکہ خاتم النبیّٖن کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ایسا نہیں آ سکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپؐ کی اُمت میں سے نہ ہو۔

۴۔ یہ حدیث جیسا کہ حضرت ملا علی قاریؒ کی مندرجہ بالا تحریر سے ثابت ہے تین طریقوں سے مروی ہے یعنی صرف حضرت ابن عباسؓ ہی کی مندرجہ بالا روایت نہیں بلکہ حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ حضرت انسؓ اور حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے۔ حضرت حافظ ابن حجر العسقلانیؒ بحوالہ حضرت سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ والی روایت بھی صحیح ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

وَبَیَّنَ الْحَافِظُ السُّیُوْطِیُّ اَنَّهٗ صَحَّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ ابْنِہٖ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ لَا اَدْرِیْ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ لَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا۔"

یعنی حضرت امام سیوطیؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انسؓ سے صحیح روایت ہے کہ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا آنحضرت صلعم نے کسی کے سوال کے جواب میں یہ فرمایا تھا کہ (اگر وہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا) تو حضرت انسؓ نے فرمایا یہ تو مجھے یاد نہیں لیکن خدا کی رحمت ہو ابراہیم پر کہ اگر وہ زندہ رہتے تو یقیناً نبی ہوتے۔" (الفتاویٰ الحدیثیۃ مصنفہ حضرت امام ابن حجر ہیثمیؒ صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ مصر)۔

یہ روایت تیسرے طریقے سے حضرت جابرؓ سے مروی ہے جیسا کہ حضرت امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:۔

"وَرَوَاہُ ابْنُ عَسَاکِرٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"

(الفتاویٰ الحدیثیۃ مصری صفحہ ۱۵۰)

پس یہ حدیث تین مختلف طریقوں سے اور تین مختلف صحابیوں سے مروی ہے۔ اس لئے اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

اسناد

اس حدیث کی اسناد میں چھ راوی ہیں:۔

۱۔ عبد القدوس بن محمد۔ اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب تہذیب التہذیب میں جو اسماء الرجال کی بہترین کتاب ہے لکھا ہے:۔

"قَالَ النَّسَائِیُّ ثِقَۃٌ وَذَکَرَہُ ابْنُ حَبَّانَ فِی الثِّقَاتِ"

(تہذیب التہذیب حرف عین جلد ۶ صفحہ ۳۷۰)

کہ نسائی نے کہا کہ یہ راوی ثقہ ہے اور ابن حبان نے اسے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔

۲۔ داؤد بن شبیب الباہلی:۔

قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ صَدُوْقٌ وَ ذَکَرَہُ ابْنُ حَبَّانَ فِی الثِّقَاتِ (تہذیب التہذیب جلد ۳ صفحہ ۱۸۸) کہ ابو حاتم نے کہا کہ سچا ہے اور ابن حبان نے اسے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔

۳۔ ابراہیم بن عثمان اس کے متعلق بعض لوگوں نے کہا کہ ضعیف ہے مگر اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی یہ "واسط" کے شہر میں قاضی تھا اس کے متعلق بھی تہذیب التہذیب میں لکھا ہے:۔

قَالَ یَزِیْدُ ابْنُ ھَارُوْنَ مَا قَضٰی عَلَی النَّاسِ رَجُلٌ یَعْنِیْ فِیْ زَمَانِہٖ اَعْدَلَ فِی الْقَضَاءِ مِنْہُ ..... قَالَ ابْنُ عَدِیٍّ لَہٗ اَحَادِیْثُ صَالِحَۃٌ وَھُوَ خَیْرٌ مِنْ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ اَبِیْ حَیَّۃَ۔

(تہذیب التہذیب صفحہ ۱۴۵ و الاکمال فی اسماء الرجال مصنفہ علامہ خزرجیؒ حاشیہ صفحہ ۲۰)

کہ یزید بن ہارون نے کہا ہے کہ اس کے زمانہ میں اس سے زیادہ عدل اور انصاف کے ساتھ کسی نے فیصلے نہیں کئے اور ابن عدی نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں سچی ہوتی ہیں۔ اور ابو حیۃ سے اچھا راوی ہے

ابوحیہ کے متعلق تہذیب التہذیب میں لکھا ہے۔

قَالَ النَّسَائِیُ ثِقَۃٌ .... وَوَثَّقَہُ الدَّارُقُطْنِیُّ ..... اِبْنُ حِبَّانَ۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۲ ص۲۱۱) کہ دارقطنی ابن قانع اور ابن حبان نے اُسے ثقہ قرار دیا ہے اور نسائی نے کہا ثقہ ہے۔

ابراہیم بن عثمان جب ابوحیہ سے اچھا ہے اور ابوحیہ ثقہ ہے پس ثابت ہوا کہ ابراہیم بن عثمان اس سے بڑھ کر ثقہ ہے بھلا جو شخص اتنا عادل ہو کہ اس کے زمانہ میں اس کی نظیر نہ ملے اس کے متعلق بلا وجہ یہ کہہ دینا کہ وہ جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا صریحاً ظلم ہے حقیقت یہ ہے کہ چونکہ وہ بڑا عادل اور باانصاف آدمی تھا۔ ناجائز طور پر کسی کی رعایت نہ کرتا تھا بعض لوگوں نے کینہ کی وجہ سے اس کے متعلق یہ کہہ دیا کہ وہ بُرا ہے۔ پس جب تک کوئی معقول وجہ پیش نہ کی جائے اُس وقت تک اس کے مخالفین کی کوئی بات قابل سند نہیں۔

"عادل" تو کہتے ہی اس کو ہیں جو چیز کو اپنے محل پر رکھے۔ جب وہ "عادل" تھا تو وہ کس طرح جھوٹے اقوال آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کر سکتا تھا۔ اور ہم اس کے متعلق تہذیب التہذیب ہی سے دکھا چکے ہیں کہ لَہٗ اَحَادِیْثٌ صَالِحَۃٌ کہ اس کی احادیث قابل اعتبار ہیں علاوہ ازیں جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ حدیث تین مختلف طریقوں اور تین مختلف صحابیوں سے مروی ہے۔ اس لئے اگر محض ایک طریق الطریق حضرت ابن عباس) کے ایک راوی پر تم جرح بھی کرو پھر بھی حدیث کی صحت مشکوک نہیں ہو سکتی جیسا کہ حضرت ملا علی قاریؒ اور حضرت امام سیوطیؒ اور حضرت حافظ ابن حجرؒ کے اقوال سے اوپر ثابت کیا جا چکا ہے۔

بعض امثلہ تضعیف

کسی کے محض یہ کہہ دینے سے کہ فلاں راوی ضعیف ہے درحقیقت وہ راوی ناقابل اعتبار نہیں ہو جاتا۔ جب تک اس کی تضعیف کی کوئی معقول وجہ نہ ہو۔ کیونکہ اس امر میں اختلاف کثیر موجود ہے چنانچہ ۱۔ ابراہیم بن عبداللہ بن محمدؐ کے متعلق تہذیب التہذیب میں لکھا ہے" زَعَمَ ابْنُ الْقَطَّانَ اِنَّہٗ ضَعِیْفٌ" کہ ابن قطان کے نزدیک ضعیف ہے اس کے آگے اسی صفحہ پر لکھا ہے :-

۲۔ قَالَ الْخَلِیْلِیُّ کَانَ ثِقَۃً وَقَالَ مُسْلِمَۃُ بْنُ قَاسِمِ الْاَنْدُلِسِیُّ ثِقَۃٌ (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص۱۳۰) کہ خلیلی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ تھا اور مسلمہ بن قاسم اندلسی نے بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے اسی طرح ابراہیم بن صالح بن درہم الباہلی ابو محمد البصری کے متعلق لکھا ہے :-

۳۔ قَالَ الدَّارُقُطْنِیُّ ضَعِیْفٌ" کہ دارقطنی نے کہا کہ ضعیف ہے حالانکہ ذَکَرَہُ ابْنُ حِبَّانَ فِی الثِّقَاتِ (تہذیب التہذیب جلد ص۱۳۱ و ص۲۲۴) کہ ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے غرضیکہ بعض لوگوں کا ابراہیم بن عثمان کو محض ضعیف قرار دے دینا حجت نہیں۔ خصوصاً جبکہ ہم اس حدیث کی صحت کے متعلق "شہاب علی البیضاویؒ" اور "ملا علی قاریؒ" جیسے محدث کی شہادت جو ناقابل تردید ہے پیش کر چکے ہیں۔

۴۔ اس حدیث کا چوتھا راوی اَلْحَکَمُ بْنُ عُتَیْبَۃَ ہے۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسِ الدُّوْرِیُّ کَانَ

صَاحِبَ عِبَادَةٍ وَّ فَضْلٍ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَاكَانَ بِالْكُوْفَةِ بَعْدَ اِبْرَاهِيْمَ وَالشَّعْبِيْ مِثْلُ الْحَكَمِ وَقَالَ ابْنُ مَهْدِيٍّ اَلْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ ثِقَةٌ ثَبَتٌ (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۴۳۳) کہ ابن عباس الدوری نے کہا کہ یہ راوی صاحب عبادت و فضیلت تھا اور ابراہیم و شعبی کو چھوڑ کر ایسا عبادت گذار اور صاحب فضیلت آدمی کوفہ میں نہ تھا۔ اور ابن مہدی نے کہا کہ یہ راوی ثقہ اور قابل اعتبار ہے۔

۵۔ مِقْسَمٌ وَقَالَ ابْنُ شَاهِيْنَ فِي الثِّقَاتِ قَالَ اَحْمَدُ ابْنُ صَالِحِ الْمِصْرِيُّ ثِقَةٌ ثَبَتٌ لَا شَكَّ فِيْهِ۔ ابن شاہین اور احمد بن صالح نے اسے ثقہ اور قابل اعتبار بتایا ہے۔

(تہذیب التہذیب حرف میم جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۹)

۶۔ عبداللہ بن عباسؓ:۔ ملا علی قاری کہتے ہیں:۔ حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ صَحِیْحٌ لَا یُنْکِرُہٗ اِلَّا مُعْتَزِلِیٌّ (موضوعات کبیر صفحہ ۳۹) کہ ابن عباس کی روایت کا سوائے معتزلی کے سوا اور کوئی انکار نہیں کرتا۔ آپ آنحضرت صلعم کے چچا زاد بھائی تھے۔ شَاهَدَ جِبْرِيْلَ مَرَّتَيْنِ (اَلْاِکْمَالُ فِیْ اَسْمَآءِ الرِّجَالِ اردو ترجمہ صفحہ ۸) کہ آپ نے دو مرتبہ جبرائیلؑ کی زیارت کی۔ یہ تو ہوئی اس حدیث کی صحت جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے (تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۲۷۹ حرف عین۔ عبداللہ بن عباس)۔

دوسری حدیث:۔ علامہ قسطلانی نے حضرت انس بن مالک سے ایک روایت نقل کی ہے وَقَدْ رُوِیَ مِنْ حَدِیْثِ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ قَالَ لَوْ بَقِیَ یَعْنِیْ اِبْرَاهِیْمَ ابْنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَکَانَ نَبِیًّا وَلٰکِنْ لَّمْ یَبْقَ لِاَنَّ نَبِیَّکُمْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَآءِ۔

(مواہب اللدنیہ جلد ا صفحہ ۲۰۰)

کہ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر وہ (ابراہیمؑ) باقی رہتا تو نبی ہو جاتا۔ اس کے آگے (ناقل) اپنی رائے لکھتا ہے کہ مگر وہ زندہ نہ رہا۔ کیونکہ ہمارے نبی صلعم آخری نبی ہیں راوی کا اپنا اجتہاد حجت نہیں اور وہ کس قدر غلط ہے۔ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں گویا خدا کو ڈر تھا کہ اگر ابراہیم زندہ رہا تو خواہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی ہوتا ہو یا نہ وہ ضرور نعوذ باللہ جبراً نبی بن جائیگا۔ اس لیے اسے بچپن میں مار دیا۔

نوٹ ۲:۔ مصنف محمدیہ پاکٹ بک نے لکھا ہے کہ امام نووی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں بلکہ اس کو رسول اللہ صلعم پر بہتانِ عظیم قرار دیتے ہیں؟

(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۳۵۵ ایڈیشن یکم مارچ ۱۹۳۵ء)

جواب:۔ حدیث نبویؐ کے مقابلہ میں امام نووی کی رائے کیا حیثیت رکھتی ہے۔ پھر یہ کہ نووی نے سب سے بڑا اعتراض یہ کیا ہے کہ "مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اس حدیث کے معنی کیا ہیں۔ اولادِ نوح نبی نہ تھے" اس کا جواب ایک تو ملا علی قاریؒ نے دیا ہے جو نقل ہو چکا۔ دوسرا جواب علامہ شوکانیؒ نے درج کیا ہے وہ یہ ہے:۔

"وَهُوَ عَجِيْبٌ مِنَ النَّوَوِيِّ مَعَ وُرُوْدِهٖ عَنْ ثَلَاثَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَكَاَنَّهٗ لَمْ يَظْهَرْ لَهٗ تَاوِيْلُهٗ" (فوائد المجموعہ ص۱۳۵)

کہ نووی کا یہ اعتراض تعجب خیز ہے حالانکہ اس حدیث کو تین صحابیوں نے بیان کیا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ نووی کو اس حدیث کے اصل معنی سمجھ نہیں آئے"

نوٹ ۲:۔ یہ کہنا کہ "لَوْ" محال کے لیے آتا ہے صریحاً دھوکا ہے کیونکہ لَوْ" جس جملہ میں آتے اس کی شرط تو محال ہوتی ہے مگر جزا ممکن ہوتی ہے جیسا کہ:۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء: ۲۳) اگر خدا کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو دونو (زمین و آسمان) خراب ہو جاتے۔ اب خدا کے سوا اور خدا کا ہونا تو ممکن نہیں۔ مگر زمین میں فساد کا ہونا ممکن ہے اسی طرح لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ والی حدیث میں ابراہیم کا زندہ رہنا محال ہے مگر اس کا نبی بننا ممکن۔

تیسری حدیث:۔ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ بِسَنَدِهٖ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّهٗ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ تُتِمُّ رَضَاعَهٗ وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا" (تاریخ ابن عساکر جلد ا ص۲۹۵ سطر ۴)

چوتھی حدیث: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ مَرْفُوْعًا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ نَبِيًّا۔
(ابن عساکر جلد ا ص۲۹۴) نیز الفتاوی الحدیثیہ مصنفہ امام ابن حجر الہیثمی ص۱۲۵ مطبوعہ مصر)۔

پانچویں حدیث:۔ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ (مسلم جلد ۲ ص۳۱۱ ، ص۳۱۲ مصری باب صفت الدجال) آنے والے مسیح کو نبی اللہ قرار دیا ہے، پہلا مسیح فوت ہو چکا اور اس کا حلیہ آنے والے مسیح کے حلیے سے مختلف ہے لہٰذا یہ آنے والا بخاری کی حدیث اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ (بخاری باب نزول عیسیٰ ابن مریم) اسی اُمّت میں سے نبی ہونا تھا۔

چھٹی حدیث:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَبُوْ بَكْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَبِيٌّ (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق ص۴) کہ ابوبکرؓ اس اُمّت میں سب سے افضل ہے سوائے اس کے کہ اُمّت میں سے کوئی نبی ہو یعنی اگر نبی ہو تو حضرت ابوبکرؓ اس سے افضل نہیں لہٰذا امکانِ نبوت فی خیر الامت ثابت ہے (نیز دیکھو جامع الصغیر السیوطی مصری حاشیہ ص۶)

ساتویں حدیث:۔ "اَبُوْ بَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَبِيٌّ۔" (طبرانی و ابن عدی فی الکامل بحوالہ جامع الصغیر السیوطی ص۵) کہ ابوبکرؓ سب انسانوں سے بہتر ہیں۔ ہاں اگر کوئی نبی انسانوں میں سے ہو تو اس سے بہتر نہیں۔ (نیز کنز العمال جلد ۶ ص۱۳۷ عن سلمہ بن الاکوع)

اگر انسانوں میں سے کوئی نبی ہونا ہی نہ تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استثناء فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَبِيٌّ کے الفاظ صاف طور پر بتاتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی کی آمد کا امکان ہے۔

نوٹ:۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ "نَبِيٌّ" حدیث مذکورہ بالا میں كَانَ يَكُوْنُ کی خبر واقع نہیں ہوا کہ یہ خیال کیا جا سکے کہ حضرت ابوبکرؓ کی نبوت کی نفی مقصود ہے اگر "كَانَ" کی خبر ہوتا تو نَبِيٌّ" کی بجائے نَبِيًّا

ہونا چاہیئے تھا۔ پس چھٹی اور ساتویں حدیث کا ترجمہ سوائے اس کے جو ہم نے بیان کیا قواعد عربیہ کے لحاظ سے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

آٹھویں حدیث: تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ .... ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ .... ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ ... ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ۔" (رواہ احمد والبیہقی فی دلائل النبوۃ۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق۔ باب الانذار والتحذیر ص۴۶۱ مطبع اصح المطابع نیز محمدیہ پاکٹ بک ص۴۶۷) ترجمہ:۔ تم میں نبوت رہے گی جب تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر اس کے بعد منہاج نبوت پر خلافت ہوگی اور وہ رہے گی جب تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر اس کے بعد بادشاہت شروع ہوگی اور وہ بھی رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہے گا۔ پھر اس کے بعد خلافت ہوگی منہاج نبوت پر۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں دوبارہ منہاج نبوت پر خلافت ہوگی جس طرح ابتدائے اسلام میں منہاج نبوت پر خلافت قائم ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ منہاج نبوت پر خلافت نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد ہی ہوئی تھی تو لازم آیا کہ آخری زمانہ میں بھی نبی ہو جس کی وفات پر دوبارہ خلافت شروع ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مندرجہ بالا حدیث مندرجہ مشکوٰۃ کتاب الرقاق ص۴۶۱ مطبع اصح المطابع میں بین السطور لکھا ہے:۔ "اَلظَّاهِرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِهٖ زَمَنُ عِيْسٰى وَ الْمَهْدِيْ۔" کہ ظاہر ہے کہ منہاج نبوت پر دوبارہ خلافت قائم ہونے کا زمانہ مسیح موعود اور مہدی کا زمانہ ہوگا۔

دلائلِ امکانِ نبوت از اقوالِ بزرگان

۱۔ حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:۔

(۱) اِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِيْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلْعَمْ اِنَّمَا هِيَ النُّبُوَّةُ التَّشْرِيْعُ لَا مَقَامُهَا فَلَا شَرْعَ يَكُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِهٖ صَلْعَمْ وَلَا يَزِيْدُ فِيْ شَرْعِهٖ حُكْمًا اٰخَرَ وَهٰذَا مَعْنٰى قَوْلِهٖ صَلْعَمْ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ اَيْ لَا نَبِيَّ يَكُوْنُ عَلٰى شَرْعٍ يُخَالِفُ شَرْعِيْ بَلْ اِذَا كَانَ يَكُوْنُ تَحْتَ حُكْمِ شَرِيْعَتِيْ وَلَا رَسُوْلَ اَيْ لَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ اِلٰى اَحَدٍ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ بِشَرْعٍ يَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ فَهٰذَا هُوَ الَّذِيْ انْقَطَعَ وَسُدَّ بَابُهٗ لَا مَقَامُ النُّبُوَّةِ۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ ص۳)

کہ وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پر ختم ہوئی۔ وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت پس آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرنے والی کوئی شریعت نہیں آسکتی اور نہ اس میں کوئی حکم بڑھا سکتی ہے اور یہی معنی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے اس قول کے کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی اور لَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ "یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر ہو ہاں اس

صورت میں نبی آسکتا ہے کہ وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت آئے اور میرے بعد کوئی رسول نہیں یعنی میرے بعد دُنیا کے کسی انسان کی طرف کوئی ایسا رسول نہیں آسکتا۔ جو شریعت لیکر آوے اور لوگوں کو اپنی شریعت کی طرف بلانے والا ہو۔ پس یہ وہ قسم نبوت ہے جو بند ہوئی اور اس کا دروازہ بند کر دیا گیا ورنہ مقامِ نبوت بند نہیں۔

(ب) فَمَا ارْتَفَعَتِ النُّبُوَّةُ بِالْكُلِّيَّةِ لِهٰذَا قُلْنَا إِنَّمَا ارْتَفَعَتْ نُبُوَّةُ التَّشْرِيعِ فَهٰذَا مَعْنٰى لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ فَعَلِمْنَا اَنَّ قَوْلَهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ اَیْ لَا مُشَرِّعَ خَاصَّةً لِاَنَّهٗ لَا يَكُوْنُ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ هٰذَا مِثْلُ قَوْلِهٖ إِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ۔ (فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳ سوال ۱۵)

کہ نبوت کُلّی طور پر اُٹھ نہیں گئی۔ اسی وجہ سے ہم نے کہا تھا کہ صرف تشریعی نبوت بند ہوئی ہے یہی معنی ہیں لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ کے۔ پس ہم نے جان لیا کہ آنحضرت صلعم کا لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ فرمانا انہی معنوں سے ہے کہ خاص طور پر میرے بعد کوئی شریعت لانے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کے بعد اور کوئی نبی نہیں یہ بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب یہ قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہ ہوگا اور جب یہ کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔

(ج) "فَاِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ بِالتَّشْرِيعِ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدَهٗ صلعم وَلَا نَبِيَّ اَیْ لَا مُشَرِّعَ وَلَا شَرِيْعَةَ وَقَدْ عَلِمْنَا اَنَّ عِيْسٰى يَنْزِلُ وَلَا بُدَّ مَعَ كَوْنِهٖ رَسُوْلًا وَّلٰكِنْ لَا يَقُوْلُ بِشَرْعٍ بَلْ يَحْكُمُ فِيْنَا بِشَرْعِنَا فَعَلِمْنَا اَنَّهٗ اَرَادَ انْقِطَاعَ الرِّسَالَةِ وَالنُّبُوَّةِ بِقَوْلِهٖ لَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِيَّ اَیْ لَا مُشَرِّعَ وَلَا شَرِيْعَةَ۔"

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳ سوال نمبر ۸۸)

۲۔ حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں :-

(ا) "وَقَوْلُهٗ صلعم لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ الْمُرَادُ بِهٖ لَا مُشَرِّعَ بَعْدِیْ۔" (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۴۲) کہ آنحضرت صلعم کا یہ قول کہ میرے بعد نبی نہیں اور نہ رسول اس سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شریعت لانے والا نبی نہیں۔

(ب) فَاِنَّ النُّبُوَّةَ سَارِيَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي الْخَلْقِ وَاِنْ كَانَ التَّشْرِيْعُ قَدِ انْقَطَعَ فَالتَّشْرِيْعُ جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳ سوال نمبر ۸۲ صفحہ ۱۵۰ مصر)

کہ نبوت قیامت کے دن تک مخلوقات میں جاری ہے لیکن جو تشریعی نبوت ہے وہ بند ہو گئی ہے۔ تشریعی نبوت۔ نبوت کا ایک جزو ہے۔

(ج) وَاَمَّا النُّبُوَّةُ التَّشْرِيْعُ وَالرِّسَالَةُ فَمُنْقَطِعَةٌ فِيْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَلَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ مُشَرِّعًا۔۔۔۔ اِلَّا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَطَفَ بِعِبَادِهٖ وَاَبْقٰى

لَهُمُ النُّبُوَّةُ الْعَامَّةُ الَّتِيْ لَا تَشْرِيْعَ فِيْهَا (فصوص الحکم فص حکمۃ قدریۃ فی کلمۃ عزیریۃ) کہ جو نبوت اور رسالت شریعت والی ہوتی ہے۔ پس وہ تو آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی ہے پس آپ کے بعد شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔۔۔۔۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مہربانی کرکے ان میں عام نبوت جس میں شریعت نہ ہو باقی رہنے دی۔

۳۔ عارف ربانی سید عبدالکریم جیلانی ابن ابراہیم جیلانی فرماتے ہیں:۔

فَانْقَطَعَ حُكْمُ النُّبُوَّةِ التَّشْرِيْعِ بَعْدَهٗ وَكَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ (الانسان الکامل باب ۳۶ ترجمہ اردو خزینۃ التصوف ص۲۶) کہ تشریعی نبوت کا حکم آنحضرت صلعم کے بعد ختم ہو گیا۔ پس اس وجہ سے آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہوئے۔

۴۔ حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:۔

قُلْتُ وَمَعَ هٰذَا لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيْمُ وَصَارَ نَبِيًّا وَكَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَا مِنْ أَتْبَاعِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔۔۔۔ فَلَا يُنَاقِضُ قَوْلَهٗ تَعَالٰى خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ إِذِ الْمَعْنٰى أَنَّهٗ لَا يَأْتِيْ نَبِيٌّ بَعْدَهٗ يَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِهٖ۔

(موضوعات کبیر صفحہ ۵۸ و ۵۹)

میں کہتا ہوں کہ اس کے ساتھ آنحضرت صلعم کا فرمانا کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہو جاتا اور اسی طرح اگر عمرؓ نبی ہو جاتا تو آنحضرت کے متبعین میں سے ہوتے۔ پس یہ قول خاتم النبیین کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا۔ جو آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت سے نہ ہو۔

۵۔ حضرت سید ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

خُتِمَ بِهِ النَّبِيُّوْنَ أَيْ لَا يُوْجَدُ مَنْ يَأْمُرُهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِالتَّشْرِيْعِ عَلَى النَّاسِ۔ (تفہیمات الٰہیہ تفہیم ص۵۳)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبی ختم ہو گئے۔ یعنی آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہو سکتا جس کو خدا تعالیٰ شریعت دے کر لوگوں کی طرف مامور کرے۔

۶۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فرماتے ہیں:۔

"علمائے اہلسنت بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدیدہ نہیں ہو سکتا اور نبوت آپ کی تمام مکلفین کو شامل ہے اور جو نبی آپ کے ہمعصر ہوگا پس بہر تقدیر بعثت محمدیہ عام ہے"۔ (دافع الوسواس فی اثر ابن عباس ص۳)

۷۔ جناب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دیوبند "تحذیر الناس" میں فرماتے ہیں:۔

(ا) "سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ

فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔(ص۳)
(ب) اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ (ص۲۸)

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ "قُوۡلُوۡا اِنَّہٗ خَاتَمُ الۡاَنۡبِیَآءِ وَلَا تَقُوۡلُوۡا لَا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ۔"
(درِّ منثور جلد ۵ ص۲۰۴ و تکملہ مجمع البحار جلد ۴ ص۸۵)

"کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔"

حضرت امام ابن حجر الہیثمی حدیث "لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً" کی مفصل بحث میں اس حدیث کو صحیح ثابت کر کے لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم نبی تھے چنانچہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بدیں الفاظ نقل کرتے ہیں:۔

"وَاَدۡخَلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ فِیۡ قَبۡرِہٖ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَنَبِیٌّ اِبۡنُ نَبِیٍّ وَبَکٰی وَبَکَی الۡمُسۡلِمُوۡنَ حَوۡلَہٗ۔" (الفتاوی الحدیثیۃ مصری ص۱۵۰)

"کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کی تدفین کے وقت اُن کی قبر میں ہاتھ ڈالا اور فرمایا خدا کی قسم! وہ نبی ہے اور نبی کا بیٹا بھی ہے پس آپ بھی چشم پُرآب ہو گئے اور دوسرے مسلمان بھی حضور کے ارد گرد رو پڑے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کا جنازہ پڑھائے بغیر اس کو دفن فرمایا تھا۔

حضرت شیخ الاسلام علامہ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ ذیل قول حضرت امام ابن حجر ہیثمی نقل کرتے ہیں:۔

"اِنَّہٗ لَا یُصَلِّیۡ نَبِیٌّ عَلٰی نَبِیٍّ وَقَدۡ جَاءَ لَوۡ عَاشَ لَکَانَ نَبِیًّا۔" (الفتاوی الحدیثیۃ ص۱۵۰)

یعنی علامہ زرکشی فرماتے ہیں کہ نبی۔ نبی کا جنازہ نہیں پڑھایا کرتے اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ اس کے بعد امام ابن حجر الہیثمی لکھتے ہیں:۔

"وَلَا بُعۡدَ فِیۡ اِثۡبَاتِ النُّبُوَّۃِ لَہٗ مَعَ صِغَرِہٖ لِاَنَّہٗ کَعِیۡسَی الۡقَائِلِ یَوۡمَ وُلِدَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ اٰتَانِیَ الۡکِتٰبَ وَجَعَلَنِیۡ نَبِیًّا وَکَیَحۡیٰی الَّذِیۡ قَالَ تَعَالٰی فِیۡہِ وَاٰتَیۡنٰہُ الۡحُکۡمَ صَبِیًّا۔" (الفتاوی الحدیثیۃ ص۱۵۰) کہ صاحبزادہ حضرت ابراہیم کا بچپن کی عمر ہی میں نبی ہونا بعید از قیاس نہیں۔ کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح تھے جنہوں نے اپنی پیدائش ہی کے دن کہا تھا کہ میں نبی ہوں اور نیز آپ حضرت یحییٰ کی طرح ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو بچپن ہی کی عمر میں حکمت عطا فرمائی۔" پھر فرماتے ہیں:۔

وَبِہٖ یُعۡلَمُ تَحۡقِیۡقُ نُبُوَّۃِ سَیِّدِنَا اِبۡرَاھِیۡمَ فِیۡ حَالِ صِغَرِہٖ۔" (الفتاوی الحدیثیۃ ص۱۵۰)
کہ ان دلائل سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ گئی کہ حضرت صاحبزادہ ابراہیم بچپن کی عمر میں ہی نبی تھے۔
(صفحہ ۲۹۳)

گویا حضرت امام ابن حجر الہیثمی امام شیخ بدرالدین الزرکشی اور حضرت شیخ الاسلام حافظ ابن حجر العسقلانی

کے مندرجہ بالا اقوال وتحریرات سے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ ابن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کم از کم حضرت امام ابن حجر الہیثمی کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ آیت خاتم النبیین کے نزول کے بعد پیدا ہونے کے باوجود نبی تھے۔

مسیح موعودؑ بعد نزول نبی اللہ ہو گا

۹۔ مَنْ قَالَ بِسَلْبِ نُبُوَّتِہٖ کَفَرَ حَقًّا (حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱) کہ امام جلال الدین صاحب سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ عیسٰی علیہ السلام بعد نزول نبی نہ ہونگے وہ پکا کافر ہے۔

پھر لکھا ہے "فَھُوَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ اِنْ کَانَ خَلِیْفَۃً فِی الْاُمَّۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ فَھُوَ رَسُوْلٌ وَّ نَبِیٌّ کَرِیْمٌ عَلٰی حَالِہٖ" (حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۶) کہ وہ باوجود اس بات کے کہ وہ اُمتِ محمدیہ کے ایک خلیفہ ہوں گے پھر بھی بدستور رسول اور نبی رہیں گے۔

پس یہ کہنا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بعد از نزول نبی نہ ہوں گے باطل ہے۔

۱۰۔ نواب نور الحسن خان ابن نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں۔

"حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بے اصل ہے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ آیا ہے اس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرعِ ناسخ نہ لاوے گا۔" (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲ مطبوعہ ۱۳۲۲ھ)

مولانا روم اور ختم نبوت

مثنوی مولانا روم کے متعلق مولانا جامی کہتے ہیں کہ ؎

مثنویٔ مولویٔ معنوی ہست قرآں درزبانِ پہلوی

{ ۱۔ "نفحات الانس" از عبدالرحمٰن بن احمد الجامی در ذکر الشیخ مولانا جلال الدین رومی۔ ۲۔ "الہام منظوم" دفتر اول ترجمہ مثنوی مولانا روم از شیخ عاشق حسین سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی شائع کردہ فیروز دین مقدمہ صفحہ ث }

۱۔ مثنویٔ مولانا روم کے مندرجہ ذیل اشعار مسئلہ ختم نبوت کی حقیقت واضح کرتے ہیں:۔

(ا) مَعْنِیْ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاھِھِمْ۔ ایں شناس ایں است راہرو را مہم کہ "نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاھِھِمْ" کے معنی سمجھنے کی کوشش کرو کیونکہ یہ رسالت کے راستہ میں ایک مشکل ہے۔

(ب) تا ز راہِ خاتمِ پیغمبراں بوکہ برخیزد ز لب ختم گراں

یعنی تاکہ ممکن ہے کہ لب ہلانے سے خاتم النبیین کے راستے سے ایک بھاری ختم اُٹھ جائے۔

(ج) ختمہائے کانبیاء بگذاشتند آں بدینِ احمدی برداشتند

وہ بہت سے ختم جو پہلے نبی چھوڑ گئے تھے وہ سب دین احمدی میں اُٹھا دیئے گئے۔

(د) قفلہائے ناکشودہ ماندہ بود از کفِ اِنَّا فَتَحْنَا برکشود

یعنی بہت سے تالے بند پڑے ہوتے تھے مگر آنحضرت صلعم نے اِنَّا فَتَحْنَا کے ہاتھ سے سب کھول دیئے۔

(ھ) او شفیع است ایں جہان و آں جہاں ایں جہاں در دین و آنجا در جناں

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہانوں میں شفیع ہیں اس جہان میں دین کے اور اگلے جہان میں جنت کے۔

(و) پیشہ اش اندر ظہور و در کمون اِهْدِ قَوْمِي إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

ظاہر و باطن میں آنحضرت صلعم کا وظیفہ یہی تھا کہ اے خدا میری قوم کو ہدایت دے کہ انہیں علم نہیں ہے

(ز) باز گشتہ از دم اُو ہر دُو باب در دُو عالم دعوتِ اُو مستجاب

آپ کے دم سے دونوں دروازے کُھل گئے اور دونوں جہان میں آپ کی دعا مستجاب ہوتی۔

(ح) بہر ایں خاتم شد است اُو کہ بجُود مثل اُو نے بود نے خواہند بود

آپ ان معنوں میں "خاتم" ہیں کہ بخشش میں نہ آپ کے برابر کوئی ہوا اور نہ ہوگا۔

(ط) چونکہ در صنعت بَرَد اُستاد دست نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست

جس طرح جب کوئی اُستاد صنعت میں سبقت لے جاتا ہے تو کیا تم یہ نہیں کہتے کہ اے اُستاد! تجھ پر کاریگری ختم ہے؟

(ی) در کشادِ ختمہا - تُو خاتمی در جہان رُوح بخشاں حاتمی

اے نبی صلعم! تُو ہر قسم کے "ختموں" کو کھولنے کی وجہ سے "خاتم" (یعنی افضل) ہے اور رُوح پھونکنے والوں میں تو حاتم کی طرح ہے۔

(ک) ہست اِشارات محمدِ المراد کُل کشاد - اندر کشاد - اندر کشاد

الغرض محمدؐ رسول اللہ صلعم کی تعلیم یہ ہے کہ سب رستے کُھلے ہی کُھلے ہیں کوئی بھی بند نہیں ہے۔

(ل) صد ہزاراں آفریں بر جانِ او بر قدوم و دَورِ فرزندانِ اُو

آنحضرت صلعم اور آپ کے فرزندوں کی تشریف آوری اور ان کے دَور پر لاکھوں آفریں۔

(م) آں خلیفہ زادگانِ مقبلش زادہ اند از عنصر جان و دلش

وہ اس کے اقبال مند جانشین اُس کے عنصر جان و دل سے پیدا ہوتے ہیں۔

(ن) گرز بغداد و ہرے و از رَے اند بمِزاجِ آب و گِل نسلِ وے اند

وہ خواہ بغداد یا ہرے یا رَے کے رہنے والے ہوں۔ مٹی اور پانی کے اثر سے بے نیاز ہو کر وہ حضورؐ ہی کی نسل سے ہیں۔

(س) شاخِ گُل ہر جا کہ رویَد ہم گُل است خُم مل ہر جا کہ جوشد ہم مُل است

گلاب کی شاخ جہاں بھی اُگے وہ گلاب ہی ہے اور شراب کا مٹکا جہاں بھی جوش مارے وہ مٹکا ہی ہے۔

(ع) گرز مغرب بر زند خورشید سر عین خورشید است نے چیزے دگر

اگر آفتاب مغرب سے نکلے تو بھی وہ آفتاب ہی ہے۔

(مثنوی مولانا رُوم دفتر ششم صـ مطبع نولکشور ۱۹۱۶ء)

٭٭٭٭

ایک عذر اور اس کا جواب

بعض غیر احمدی مولوی نزولِ عیسیٰؑ والے اعتراض کے جواب میں یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ "خاتم النبیین" کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نبی "پیدا" نہیں ہوگا۔

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عذر تمہارے دماغ کی لایعنی اختراع ہے "خاتم النبیین" کا اگر وہی ترجمہ تسلیم کر لیا جائے جو تم کیا کرتے ہو۔ یعنی ختم کرنے والا۔ تو پھر بھی اس میں وہ کونسا لفظ ہے۔ جس کا ترجمہ تم "پیدا نہ ہوگا" کرتے ہو؟ اگر تمہارے لئے ناجائز طور پر تاویلیں کرنے کی گنجائش ہے تو ہمارے لئے قرآن و حدیث و اقوالِ ائمہ کی روشنی میں صحیح معنی کرنے کی کیوں گنجائش نہیں؟

(نیز موضوعات کبیر ملا علی قاریؒ ص۵۹ و تحذیر الناس ص۲۸ کے حوالے دیکھو صفحہ ۲۷۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ختم کیا؟

پھر سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم کیا کیا؟ آپ سے پہلے۔ آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ لوطؑ اسمٰعیلؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ۔ موسیٰؑ وغیرہم انبیاء علیہم السلام تو سب کے سب پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کیا ختم کیا۔ البتہ ایک نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے تھے جو بقولِ شما ابھی ختم نہ ہوئے تھے۔ سو وہ اب بھی ختم نہیں ہوتے بلکہ تمہارے خیال میں ابھی انہوں نے قیامت سے قبل آنا ہے۔ تو پھر تم ہی بتاؤ کہ تمہارے عقیدۂ ختم نبوت کی حقیقت کیا رہ گئی؟

تردید دلائل انقطاعِ نبوت از روئے قرآنِ مجید

پہلی آیت : مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ (الاحزاب : ۴۱)

الجواب :- ۱- خَاتَم (تاء کی زبر کے ساتھ) کے معنی "ختم کرنیوالا" نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ اسم فاعل نہیں بلکہ اسم آلہ ہے جس طرح "عَالَم" مَا یُعْلَمُ بِہٖ یعنی جس سے علم حاصل ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی ہستی معلوم ہو چونکہ دُنیا سے خدا کی ہستی معلوم ہوتی ہے اس لیے اسے عَالَم کہتے ہیں۔ اسی طرح "خَاتَم" ہے جس کے معنی یُخْتَمُ بِہٖ ہونگے یعنی جس سے مُہر لگائی جائے۔

پس خَاتَم کا ترجمہ ختم کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ اسم فاعل میں عین کلمہ مکسور ہوتا ہے۔ جیسے قاتِل ناصِر۔ فاعِل وغیرہ مگر خَاتَم میں عین کلمہ یعنی تاء مکسور نہیں بلکہ مفتوح ہے۔

۲- عربی زبان میں "خَاتَم" بفتحہ تاء جب کسی جمع کے صیغہ کی طرف مضاف ہو مثلاً خَاتَمُ الشُّعَرَاءِ خَاتَمُ الْفُقَهَاءِ۔ خَاتَمُ الْاَکَابِرِ۔ خَاتَمُ الْمُحَدِّثِیْنَ۔ خَاتَمُ الْاَوْلِیَاءِ۔ خَاتَمُ الْمُهَاجِرِیْنَ وغیرہ ہو۔ تو اس کے معنے ہمیشہ بعد میں آنے والوں سے "افضل" کے ہوتے ہیں ہمارا غیر احمدی

علماء کو چیلنج ہے کہ وہ عربی زبان کا کوئی مستعمل محاورہ پیش کریں جس میں خاتم "کسی جمع کے صیغے کی طرف مضاف ہوا ہو اور پھر اس کے معنے بند کرنے والے کے ہوں کسی لغات کی کتاب لسان العرب۔ تاج العروس وغیرہ کا حوالہ دے دینا کافی نہ ہوگا جب تک اہلِ زبان میں اُس محاورہ کا استعمال نہ دکھایا جائے لغت کی کتابیں لکھنے والے انفرادی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی کتابوں میں اُن کے اپنے عقائد کا داخل ہو جانا یقینی ہوتا ہے۔ مثلاً "المنجد اور الفرائد الدریہ" دونوں عربی کی لغات ہیں جن کے مؤلف عیسائی ہیں اور انہوں نے "ثالوث" کا ترجمہ "تثلیث مقدس" The Holy Trinity کیا ہے۔ اب مقدس کسی لفظ کا ترجمہ نہیں بلکہ مؤلف کا اپنا اعتقاد ہے بعینہٖ اسی طرح ایک لغت لکھنے والا اگر اس عقیدہ کا حامی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت بند ہے تو وہ طبعاً خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ کا ترجمہ نبیوں کو ختم کرنے والا ہی کریگا قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے لغات لکھنے والوں کا ترجمہ مدِ نظر رکھ کر خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ کا لفظ نہیں بولا۔ بلکہ اُس اسلوب بیان کو مدِ نظر رکھا ہے جو اہلِ زبان کا ہے لہٰذا ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ایک عرب جب "خاتم" کو کسی جمع کے صیغے مثلاً "شعراء۔ الفقہاء۔ المہاجرین" وغیرہ کی طرف مضاف کرتا ہے تو اس سے اُس کی مراد کیا ہوتی ہے۔ جس طرح یہ لفظ قرآن مجید میں مستعمل ہوا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اس طریق پر یہ لفظ ہمیشہ افضل کے معنوں میں آتا ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے استعمال فرمایا ہے۔ (۱) اِطْمَئِنَّ يَا عَمِّ فَاِنَّكَ خَاتَمُ الْمُهَاجِرِيْنَ فِي الْهِجْرَةِ كَمَا اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ فِي النُّبُوَّةِ۔ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۷۸ حرف العین فی ذکر العباس)

"اے چچا (عباسؓ) آپ مطمئن رہیئے کہ آپ اسی طرح خاتم المہاجرین ہیں جس طرح میں خاتم النبیین ہوں۔"

اب کیا حضرت عباسؓ کے بعد کوئی مہاجر نہیں ہوا؟ حضرت مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی کے علاوہ آج تک ہزاروں لوگوں نے ہجرت کی اور قیامِ پاکستان کے بعد تو ایسی "ہجرت" ہوئی جس کی مثال ہی نہیں ملتی۔

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو ان معنوں میں خاتم المہاجرین قرار دیا ہے کہ ان کے بعد ان کی شان کا کوئی مہاجر نہ ہوگا۔ اگر کہو کہ یہاں صرف مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے مہاجرین کا حضرت عباسؓ کو خاتم قرار دیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں تو مکہ کا کوئی لفظ نہیں جس لفظ (یعنی الف لام) کی تخصیص سے تم مکہ کی قید نکالتے ہو۔ اسی الف لام کی تخصیص سے ہم خاتم النبیین کے معنے صاحبِ شریعت نبیوں کا ختم کرنے والا کریں۔ تو اس پر اعتراض کیوں؟

نوٹ:۔ بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ اگر خاتم بمعنے "افضل" لیا جائے تو لازم آئیگا کہ حضرت عباسؓ ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؓ رضوان اللہ علیہم بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نعوذ باللہ افضل ہوں۔ کیونکہ یہ بھی سب مہاجرین ہیں۔

جواب:۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ لفظ "خاتم" جب کسی صیغہ جمع کی طرف مضاف ہو تو اس میں موصوف کے بعد آنے والوں پر اس کی افضلیت مُراد ہوتی ہے۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ خاتم المہاجرین ہیں یعنی

اپنے بعد میں آنے والے سب مہاجرین سے افضل ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ اس طرح تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا بھی ان ہی معنوں سے ہوگا کہ آپؐ اپنے بعد میں آنے والوں نبیوں سے افضل ہیں۔ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے پہلے انبیاء سے افضل نہیں ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک حضورؐ اپنے سے بعد میں آنے والے نبیوں سے بوجہ خاتم النبیین ہونے کے افضل ہیں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے پہلے انبیاء سے بھی افضل ہیں۔ کیونکہ حضورؐ خود فرماتے ہیں:۔

"اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ مَکْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَ اِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ"

۱۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلام علیہ الفصل الاوّل۔
۲۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۲۷ حدیث العرباض بن ساریہ۔ ۳۔ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۲ کتاب الرابع من حرف الفا۔ کتاب الفضائل من قسم الافعال باب الاوّل الفصل الثالث فی فضائل متفرقہ تنبئ عن التحدیث بالنعم۔

کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس وقت سے خاتم النبیین ہوں جبکہ حضرت آدمؑ ابھی مٹی اور پانی میں تھے (نیز محمدیہ پاکٹ بک مطبوعہ ۱۹۳۵ء صفحہ ۴۰۲) گویا جس قدر انبیاء آئے وہ سب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین بننے کے بعد آئے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے "افضل" ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

نوٹ ۲:۔ اِس موقعہ پر بعض غیر احمدی لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ (بخاری پارہ ۱۵ جلد ۲ واقعہ ہجرت۔ ۲۔ کنز العمال جلد اوّل صفحہ ۲۳۷، کتاب الاذکار من قسم الافعال فصل فی تفسیر) والی حدیث بھی پیش کرتے ہیں تو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ حدیث تو ہماری مؤید ہے۔ کیونکہ اس میں "لَا ھِجْرَۃَ" کا لفظ اسی طرح مستعمل ہوا ہے جس طرح لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں۔ اَب کیا "لا ہجرۃ" کے معنی یہ ہیں کہ اب مطلقاً ہجرت ہی بند ہے؟ یا یہ کہ صرف ایک خاص ہجرت جو مکہ سے مدینہ کی طرف تھی وہ بند ہے؟ ظاہر ہے کہ مطلقاً ہجرت بند نہیں۔ کیونکہ یہ واقعات کے بھی خلاف ہے اور اس سے قرآن مجید کی آیات متعلقہ ہجرت کو منسوخ ماننا پڑتا ہے اب رہی دوسری صورت کہ خاص ہجرت بند کی گئی۔ تو بعینہٖ اسی طرح لَا نَبِیَّ بعدی میں بھی قطعاً نبوت بند نہ ہوئی بلکہ ایک خاص قسم کی نبوت مراد لینی پڑے گی یعنی تشریعی نبوت یا بلا واسطہ نبوت وھو المراد۔

چنانچہ حضرت امام رازیؒ حدیث لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔ وَ اَمَّا قَوْلُہٗ "لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ" فَالْمُرَادُ الْھِجْرَۃُ الْمَخْصُوْصَۃُ (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۰۵ مطبوعہ مصر۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۴۲۷) یعنی اس حدیث میں مطلق ہجرت کی نفی نہیں بلکہ مخصوص ہجرۃ کی نفی مراد ہے اس طرح سے تمہارا "لا" نفی جنس بھی اُڑ گیا!

۲- اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَنْتَ یَا عَلِیُّ خَاتَمُ الْاَوْصِیَاءِ"

(کنوز الحقائق فی احادیث خیر الخلائق بر حاشیہ جامع الصغیر مصری جلد ا صـ۳)

کہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور اے علیؓ! تو خاتم الاوصیاء ہے کیا حضرت علیؓ کے بعد نہ کوئی موصی ہو سکتا ہے اور نہ کوئی وصی؟

ب:- ایک دوسری روایت میں ہے۔

اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَنْتَ یَا عَلِیُّ خَاتَمُ الْاَوْلِیَاءِ۔" (تفسیر صافی زیر آیت خاتم النبیین احزاب رکوع ۴) کہ اے علی! میں خاتم الانبیاء ہوں اور تُو خاتم اولیاء ہے۔

۳- فتوحات مکیہ کے ٹائیٹل پیج پر حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کو خاتم اولیاء لکھا ہے۔

۴- خود دیوبندی علماء نے اس محاورہ کو استعمال کیا ہے چنانچہ مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی وفات پر جو مرثیہ لکھا۔ اس کے ٹائیٹل پیج پر متوفی کو خاتم الاولیاء والمحدثین کہا ہے۔

۵- مولوی بدر عالم صاحب مدرس دیوبند نے اپنے رسالہ "الجواب الفصیح" کے صفحہ ۲ پر مولوی انور شاہ سابق صدر المدرسین دیوبند کو خاتم المحدثین و آیۃ السابقین لکھا ہے۔

۶- حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کے رسالہ "عجالہ نافعہ جلد اوّل) کے ٹائیٹل پیج پر حضرت شاہ صاحب موصوف کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔

۷- حضرت غوث الاعظم "پیرانِ پیر" سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بِكَ تُخْتَمُ الْوَلَایَةُ (فتوح الغیب مقالہ ۴ صـ۲۳ نولکشور) اور اس کا ترجمہ شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے یہ کیا ہے:-

"در زمانِ تو مرتبۂ ولایت و کمالِ تو فوق کمالاتِ ہمہ باشد و قدم تو بر گردن ہمہ افتد" (فتوح الغیب صـ۳۳)

یعنی حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا کہ اے انسان تو خلقت سے مر جائے گا تو ترقی کرتے کرتے "خاتم اولیاء" ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ولایت کے مرتبے کے کمال پر پہنچ جائیگا اور تیرا مقام ولایت سب ولیوں سے بالاتر ہوگا اور تیرا قدم باقی ولیوں کی گردن پر ہوگا۔ چنانچہ ندائے غیب ترجمہ اردو فتوح الغیب مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں بِكَ تُخْتَمُ الْوَلَایَةُ" کا ترجمہ یہ لکھا "کہ تُو ایسا عزت دار ہو جائیگا کہ تیری مثل کوئی نہ ہوگا اور تُو یگانہ و تنہا پردۂ الٰہی میں چھپا لیا جائیگا۔ تیری مانند اولیاء وقت بھی نہ ہو سکیں گے بلکہ تُو اس وقت ہر ایک رسول اور نبی کا وارث ہو جائیگا۔ ولایت کا ملہ تجھ کو مل جائے گی۔" (ندائے غیب صـ۳)

پس خاتم النبیین کے بھی معنی یہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ کو کوئی رسول نہ پا سکے گا۔ اور آپؐ کو نبوت کاملہ مل گئی ہے۔

۸- مولوی بشیر احمد صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:-

خَاتَمُ الْاَکَابِرِ۔ حضرت گنگوہی کی وفات نے شہادت فاروقی کا نقشہ پیش کر دیا۔"
(رسالہ القاسم جلد ۲ صفحہ ۵، ۹)

۹۔ "خَاتِمَۃُ الْحُفَّاظِ شَمْسُ الدِّیْنِ اَبِی الْخَیْرِ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ الْجَزَرِی الدِّمَشْقِی"
(دیباچہ التجرید الصریح ص۳ و ص۴)

۱۰۔ مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:۔
غالب اور ذوق جو خاتم الشعراء ہیں۔ ان کے ہاں وہ الفاظ بے تکلف ملتے ہیں جن کو شیخ ناسخ مدتوں سے چھوڑ چکے تھے۔"
(موازنہ انیس و دبیر ص۲۹)

۱۱۔ مولانا شبلی مرحوم کی نسبت لکھا ہے:۔
"خاتم المصنفین مولانا شبلیؒ۔"
(افادات مہدی ص۲۹۴)

۱۲۔ مولوی عبدالستار صاحب اپنی مشہور پنجابی کتاب "قصص المحسنین" میں لکھتے ہیں ؎

جعفر صادق کرے روایت اس وچہ شک نہ کوئی
اُس ویلے وچہ حق یوسف دے ختم نبوت ہوئی

(قصص المحسنین مطبوعہ مطبع کریمی لاہور جنوری ۱۹۳۰ء ص۲۹۹)

۱۳۔ مولانا حالی لکھتے ہیں:۔
"قاآنی کو اہل ایران خاتم الشعراء سمجھتے ہیں۔" (حیات سعدی حاشیہ ص۳۷)
اور "شیخ علی حزین ..... کو ہندوستان میں خاتم الشعراء سمجھتے ہیں۔" (حیات سعدی ص۱۰۱)

۱۴۔ فارس کا مشہور شاعر انوری بادشاہ غیاث الدین محمد غوری کی تعریف میں کہتا ہے ؎

بر تو سلطانیت ختم و برمن مسکیں سخن چوں شجاعت بر علیؓ و بر مصطفیٰ پیغمبری

یہ شعر اس طرح بھی ہے ؎

ختم شد بر تو سخاوت برمنِ مسکیں سخن چوں شجاعت بر علیؓ، بر مصطفیٰ پیغمبری

(کلیات انوری مطبوعہ منشی نولکشور ۱۸۹۷ء لکھنؤ پریس)

۱۵۔ "خَاتَمُ الْحُفَّاظِ وَالْمُجْتَهِدِیْنَ مُجَدِّدُ الْمِائَۃِ التَّاسِعَۃِ الشَّیْخُ اَبِی الْفَضْلِ جَلَالُ الدِّیْنِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ السَّخَاوِیُّ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ الشَّهِیْرُ بِالسُّیُوْطِیِّ"
(المصنوع فی احادیث الموضوع صفحہ ۳ مصنفہ شیخ محمد طاہر)

۱۶۔ ابوتمام الطائی مؤلف حماسہ کی وفات پر حسن بن وہب (ایک عربی شاعر) مرثیہ لکھتا ہے:۔

فُجِعَ الْقَرِیْضُ بِخَاتَمِ الشُّعَرَاءِ
وَغَدِیْرِ رَوْضَتِهَا حَبِیْبِ الطَّائِیْ

(وفیات الاعیان وابن خلکان جلد ۱ ص۱۲۳ مصری)

ترجمہ:۔ کہ شاعری کو بہت رنج پہنچا ہے۔ خاتم الشعراء (یعنی ابوتمام) اور حبیب الطائی جو شاعری کے

سخن کا حوض تھا (کی وفات) سے اس شعر میں (ابو تمام) کو خاتم الشعراء قرار دیا گیا ہے کیا شاعر کا مطلب یہ ہے کہ ابو تمام کے بعد کوئی شاعر پیدا نہ ہوگا؟ یہ بحث نہیں کہ ابو تمام فی الواقع خاتم الشعراء ہے یا نہیں ؟ بہر حال حسن بن وہب تو اُسے خاتم الشعراء کہتا ہے۔ حالانکہ وہ خود شاعر ہے اور یہ بھی شعر ہے بہر حال محاورۂ زبان ثابت ہے۔

۱۷۔ خَاتَمُ الْمُحَدِّثِیْنَ وَالْمُفَسِّرِیْنَ مَوْلَانَا شَاہ عَبْدُ الْعَزِیْزِ عَلَیْهِ الرَّحْمَةِ۔"

(ہدیۃ الشیعہ مصنف محمد قاسم نانوتوی بانی دیوبند ص۴)

۱۸۔ حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں :۔

عِنْدَ هٰذِهِ الدَّرَجَةِ فَازُوْا بِالْخِلَعِ الْاَرْبَعَةِ الْوُجُوْدِ وَالْحَیَاةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْعَقْلِ فَالْعَقْلُ خَاتَمُ الْکُلِّ۔ وَالْخَاتَمُ یَجِبُ اَنْ یَّکُوْنَ اَفْضَلَ اَلَا تَرٰی اَنَّ رَسُوْلَنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا کَانَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ کَانَ اَفْضَلَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالْاِنْسَانُ لَمَّا کَانَ خَاتَمَ الْمَخْلُوْقَاتِ الْجِسْمَانِیَّةِ کَانَ اَفْضَلَهَا کَذٰلِكَ الْعَقْلُ لَمَّا کَانَ خَاتَمَ الْخِلَعِ الْفَائِضَةِ مِنْ حَضْرَةِ ذِی الْجَلَالِ کَانَ اَفْضَلَ الْخِلَعِ وَاَکْمَلَهَا۔" (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۲، ۳۱، ۳۲۱ مصری)

یعنی اس مقام پر پہنچکر انسان چار خلعتوں سے ممتاز کیا جاتا ہے یعنی وجود حیات۔ قدرت اور عقل اور عقل ان سب کی خاتم ہے اور خاتم کے لئے ضروری ہے کہ "افضل" ہو۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہمارے رسول کریم صلعم بوجہ خاتم النبیین ہونے کے تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل تھے اور اسی طرح انسان بوجہ خاتم المخلوقات ہونے کے تمام مخلوقات جسمانی سے افضل ہے اسی طرح عقل بھی بوجہ ان چاروں خلعتوں کی خاتم ہونے کے سب خلعتوں سے "افضل" اور اکمل ہے۔ پس صاف ثابت ہوا کہ خاتم کے جو معنی ہم نے بیان کئے ہیں وہی درست ہیں۔

۱۹۔ امام زرقانی "خاتم النبیین" کے معنی لکھتے ہیں۔

وَالْخَاتَمُ ۔۔۔ اَمَّا بِفَتْحِهَا مَعْنَاهُ اَحْسَنُ الْاَنْبِیَاءِ خَلْقًا وَّخُلُقًا لِاَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَمَالُ الْاَنْبِیَاءِ کَالْخَاتَمِ الَّذِیْ یُتَجَمَّلُ بِهٖ وَاَمَّا بِالْکَسْرِ ۔۔۔ فَمَعْنَاهُ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ۔

(شرح مواہب اللدنیہ جلد ۳ ص۱۶۳ مطبوعہ مصر)

"کہ ت کی زبر کے ساتھ خاتم النبیین کے معنی ہیں۔ "احسن الانبیاء" یعنی سب نبیوں سے اچھا نبی) بلحاظ صورت و سیرت کے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کا جمال ہیں۔ انگوٹھی کی طرح جس سے خوبصورتی حاصل کی جاتی ہے اور ت کی زیر کے ساتھ ہو تو خاتم کے معنی ہیں آخری نبی۔"

یاد رہے قرآن مجید میں ت کی زبر کے ساتھ ہی خاتم ہے نہ کہ زیر کے ساتھ۔

۲۰۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دیوبند لکھتے ہیں :۔

"ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کا اقرار بشرط فہم و انصاف ضرور ہے علی ہذا

اتقیاس جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ علم سے اُوپر کوئی صفت نہیں جس کو عالم سے تعلق ہو تو خواہ مخواہ اس بات کا یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام مراتب کمال اسی طرح ختم ہو گئے جیسے بادشاہ پر مراتب حکومت ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جیسے بادشاہ کو خاتم الحکام کہہ سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الکاملین اور خاتم النبیین کہہ سکتے ہیں۔ مگر جس شخص پر مراتب کمال ختم ہو جائیں گے۔ تو بایں وجہ کہ نبوت سب کمالاتِ بشری میں اعلیٰ ہے۔ چنانچہ مسلم بھی ہے۔۔۔۔ سوائے آپؐ کے اور کسی نبی نے دعویٰ خاتمیت نہ کیا۔ بلکہ انجیل میں حضرت عیسیٰ کا یہ ارشاد کہ جہان کا سردار آتا ہے خود اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ خاتم نہیں۔ کیونکہ حسبِ اشارہ مثالِ خاتمیتِ بادشاہ خاتم وہی ہوگا جو سارے جہان کا سردار ہو اس وجہ سے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب میں افضل سمجھتے ہیں پھر یہ آپؐ کا خاتم ہونا آپؐ کے سردار ہونے پر دلالت کرتا ہے اور بقرینہ دعویٰ خاتمیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے یہ بات یقینی سمجھتے ہیں کہ وہ دو جہان کا سردار جن کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیتے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں"

(دیکھو حجۃ الاسلام مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ دیوبند صفحہ ۳۴، ۳۵)۔

ب۔ یہی مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ دیوبند لفظ خاتم النبیین کی تشریح بایں الفاظ فرماتے ہیں:۔

"اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء ماسبق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقامِ مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ ہاں اگر اس وصف کو اوصافِ مدح میں سے نہ کہیئے اور اس مقام کو مقامِ مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ (یعنی کیونکہ) اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے ۔۔۔۔۔۔ دوسرے رسول اللہ صلعم کی جانب نقصانِ قدر کا احتمال۔۔۔۔ باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا۔ اس لئے سدِ باب اتباعِ مدعیانِ نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعویٰ کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حدِ ذاتہٖ قابل لحاظ ہے پر جملہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اور جملہ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں کیا تناسب تھا۔ جو ایک دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلامِ معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر سدِ باب مذکور منظور ہی تھا۔ تو اس کے لئے اور بیسیوں مواقع تھے بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدِ باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور افضلیت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے موصوف بالعرض کا وصف بالعرض کا وصف موصوف بالذات

سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف ۔۔۔۔ کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔ مثال درکار ہو تو لیجئے! زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصفِ ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی ۔۔۔۔۔ سو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے۔ یعنی آپ موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور سوا آپکے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض، اَوروں کی نبوت آپؐ کا فیض ہے۔ پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلۂ نبوت مختتم ہوجاتا ہے غرض آپ جیسے نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ بشہادت وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ (آل عمران: ۸۲) اور انبیاء کرام علیہم السلام سے آپؐ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع اور اقتدا کا عہد لیا گیا ادھر آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے علاوہ بریں بعد نزول حضرت عیسیٰ کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے۔"

(تحذیر الناس صفحہ ۳ و ۴)

پھر فرماتے ہیں:۔

"جیسے خَاتَم بفتح التاء (یعنی مُہر۔ خادم) کا اثر اور فعل مختوم علیہ (یعنی مُہر۔ خادم) کا اثر اور فعل مختوم علیہ (یعنی جس پر مُہر لگائی جائے۔ خادم) پر ہوتا ہے۔ ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوتا ہے۔"

حاصل مطلب آیت کریمہ (وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ خادم) کا اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوتِ معروفہ تو رسول اللہ صلعم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوۃِ معنوی اُمتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے کیونکہ اوصافِ معروض و موصوف بالعرض، موصوف بالذات کی فرع ہوتے ہیں۔ موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کی اصل ہوتا ہے اور وہ اُس کی نسل ۔۔۔۔ سو جب ذات بابرکاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بالذات بالنبوۃ ہوئی اور انبیاء باقی موصوف بالعرض تو یہ بات اب ثابت ہوگئی کہ آپ والدِ معنوی ہیں اور انبیاء باقی آپؐ کے حق میں بمنزلۂ اولاد معنوی اور اُمتیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ ہیں۔ غور کیجئے۔" (تحذیر الناس صفحہ ۱۰)

پھر فرماتے ہیں:۔

"جیسے انبیاء گذشتہ کا وصفِ نبوت میں حسبِ تقریرِ مسطور اس لفظ سے آپؐ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گذشتہ ہوں یا کوئی اور۔ اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصفِ نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا۔ اور اُس کا سلسلۂ نبوت بہر طور آپ پر مختتم ہوگا۔ اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہوگیا تو پھر سلسلۂ علم و عمل کیا چلے؟

غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاتے جو میں نے عرض کیا تو آپؐ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپؐ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔" (تحذیر الناس صفحہ ۱۳، ۱۴)

پھر نتیجہ اس تمام بحث کا ان الفاظ میں نکالتے ہیں :۔

"ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصافِ ذاتی بوصفِ نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اور کسی کو افرادِ مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افرادِ خارجی ہی پر آپؐ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی، افرادِ مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہوگی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیؐ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" (تحذیر الناس ص۲۵)

نوٹ :۔ صفحات کا نمبر اس ایڈیشن کا دیا گیا ہے جو مطبع قاسمی دیوبند کا مطبوعہ ہے اور تحذیر الناس مطبوعہ خیر خواہ سرکار سہارنپور میں آخری عبارت بجائے ص۲۵ کے ص۲۸ پر ہے۔ (خادم)

ان سب عبارات سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخری نبی یا نبیوں کا بند کرنے والا نہیں۔ بلکہ افضل الانبیاء "نبی الانبیاء" "ابو الانبیاء" اور "موصوف بوصفِ نبوت بالذات" کے ہیں۔

نوٹ :۔ بعض غیر احمدی علماء یہاں پر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ سو اس مغالطہ کا جواب یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے اپنے عقیدہ کی یہاں بحث نہیں بلکہ لفظ "خاتم" کے حقیقی اور اصلی معنوں کی ہے اور جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا رہا ہے لفظ "خاتم النبیین" کے معنی مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی بعینہٖ وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کرتے ہیں۔ پھر ان کی مندرجہ بالا عبارت میں لفظ "پیدا" ہو سب سے بڑھ کر قابلِ غور ہے۔ کیونکہ یہاں یہ تاویل پیش نہیں کی جا سکتی کہ نزولِ مسیح کے عقیدہ کے پیش نظر ایسا لکھا گیا۔ اس میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا بھی خاتمیت کے منافی نہیں۔ بشرطیکہ اس کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے مستفاض ہو یعنی بالعرض ہو۔ بالذات نہ ہو۔ پس ہماری بحث صرف اس امر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں اور حضور کی غلامی اور متابعت میں کسی نبی کا آنا ہرگز لفظ "خاتم النبیین" کے خلاف نہیں ہے پھر یہ بات بھی غور کرنے کے لائق ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئیگا۔" ہم موجودہ دیوبندی علماء سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ بھی یہی الفاظ کہنے کے لیے تیار ہیں اور کیا آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے؟ یقیناً نہیں۔ کیونکہ موجودہ دیوبندی علماء کا عقیدہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی نبی آنحضرت صلعم کے بعد پیدا ہو خواہ آپ کا غلام اور اُمتی ہو۔ اور آپ کی پیروی کے ماتحت ہی نبی ہو اور حضورؐ اور حضورؐ کی شریعت کا تابع ہو۔ پھر بھی اس کی آمد سے "خاتمیت محمدی" تباہ ہو کر رہ

جاتی ہے۔ اسی لیے تو آنحضرت صلعم کے ایک غلام اور اُمتی بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کے خلاف "تحفظ ختم نبوت" کا سٹنٹ کھڑا کر رکھا ہے۔ پس مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے حوالے صرف لفظ خاتم کے حقیقی معنوں کی تحقیق کے سلسلہ میں پیش کئے ہیں نہ کہ ان کے ذاتی عقیدہ کے اظہار کے لیے۔

۲۱۔ حضرت مولانا روم نے بھی خاتم کے معنی افضل ہی کئے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

بہر ایں "خاتم" شد است او کہ بجود ۔۔۔ مثل او نے بود نے خواہند بود

چونکہ در صنعت برد استاد دست ۔۔۔ تو نہ گوئی ختم صنعت بر تو ہست

(مثنوی مولانا روم دفتر ششم ص۸ مطبوعہ نولکشور ۱۸۹۶ء۔ مفصل دیکھو پاکٹ بک ہذا صفحہ ۲۰۰)

۲۲۔ تفسیر حسینی المعروف بہ تفسیر قادری میں ہے:۔

عین الاجوبہ میں لکھا ہے کہ ہر نوشتے کی صحت مہر کے سبب سے ہے اور حق تعالیٰ نے پیغمبر کو مُہر کیا تاکہ لوگ جان لیں کہ محبتِ الٰہی کے دعویٰ کی تصحیح آپ کی متابعت ہی سے کر سکتے ہیں اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ ہر کتاب کا شرف اور بزرگی مہر کے سبب سے ہے تو سب پیغمبروں کو شرف حضرتؐ کی ذات سے ہے اور ہر کتبہ کی گواہ اس کی مہر ہوتی ہے تو محکمۂ قیامت میں گواہ آپ ہونگے۔

(تفسیر حسینی مترجم اردو جلد ۲ ص۲۶۵ زیر آیت خاتم النبیین سورۃ احزاب)

پس اس عبارت سے "خاتم النبیین" کے معنی مصدق الانبیاء۔ اور افضل الانبیاء۔ اور شاہد الانبیاء ثابت ہوتے۔ پس اگر اس آیت کے بقول تمہارے ایک معنی آخری کے بھی ہوتے تب بھی اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ کے اصل کے ماتحت یہ آیت انقطاعِ نبوت پر دلیل نہیں بن سکتی تھی کیونکہ مندرجہ بالا حوالجات سے ثابت ہے کہ مہر تصدیق کے لئے بھی ہوتی ہے۔ توثیق کے لیے بھی ہوتی ہے۔ شرف اور عظمت کے لیے بھی ہوتی ہے۔ پس مُہر کو صرف ایک خاص مفہوم میں مقید کرنے والا تحکم سے کام لیتا ہے۔ نیز جو شخص یہ کہتا ہے کہ خاتم (مُہر) کے معنی اس آیت میں صرف اور کلی بند کرنے کے ہیں اس ادعائے باطل کے اثبات کا بارِ ثبوت اس پر ہے لیکن جیسا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے مندرجہ بالا حوالہ از تحذیر الناس ص۳ سے ثابت ہے آیت خاتم النبیین کا سیاق و سباق اور ترکیب قطعاً ان معنوں کی تائید نہیں کرتے۔ پس آیت کا صحیح مفہوم وہی ہے جو مندرجہ بالا حوالجات میں بیان کیا گیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے اہل عرب کے محاورۂ زبان کے مطابق خاتم النبیین کے معنی "افضل الانبیاء" کے ہیں ختم کے معنی پنجابی۔ اردو۔ فارسی میں آخری اور انقطاع کے بے شک ہوں۔ جس طرح لفظ مکر کے معنے اردو فارسی میں دھوکے کے ہیں۔ مگر عربی میں تدبیر کرنے کے اسی طرح "خاتم" کے جمع کے صیغے کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں عربی زبان میں۔ بجز افضل اور صاحبِ کمال کے کوئی معنے نہیں آتے۔

• نوٹ:۔ خاتم القوم عربی زبان کا کوئی محاورہ نہیں اور نہ کسی عرب نے کبھی اس کو استعمال کیا ہے

ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ محاورہ زبان ثابت کرو۔ آج اگر مؤلف لسان العرب یا تاج العروس ہمارے زمانہ میں زندہ ہوتے تو ہم اُن سے دریافت کرتے کہ آپ نے جو "خاتم النبیین" کے معنے "ختم کرنیوالا" کئے ہیں۔ اس کے لئے اہلِ زبان کے کونسے مستعمل محاورہ کی آپ کے پاس سند ہے اور وہ محاورہ کب اور کہاں استعمال ہوا ہے؟

پس آج جو شخص ان لوگوں کا قائم مقام ہو کر ہم سے ختم نبوت پر بحث کرتا ہے اس سے ہمارا حق ہے کہ یہ مطالبہ کریں کہ وہ اہل زبان کا محاورہ پیش کرے لغت کی کتابوں سے ہماری بھی تائید ہوتی ہے تکملہ مجمع بحار الانوار میں جو لغت کی کتاب ہے لفظ خاتم کے نیچے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول لکھا ہے:۔

"قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ" (تکملہ مجمع بحار الانوار صفحہ ۸۵ نیز دیکھو دُرِّ منثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴) کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔ مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ آوے گا۔ اس کے آگے لکھا ہے:۔

هٰذَا نَاظِرٌ اِلٰى نُزُوْلِ عِيْسٰى وَ هٰذَا اَيْضًا لَا يُنَافِيْ حَدِيْثَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ لِاَنَّهٗ اَرَادَ لَا نَبِيَّ يَنْسَخُ شَرْعَهٗ (تکملہ مجمع بحار الانوار صفحہ ۸۵) کہ یہ قول حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نزول مسیح کا مؤید (محافظ) ہے اور لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ والی حدیث کا بھی مخالف نہیں۔ کیونکہ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ والی آیت اور حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ کا مطلب تو یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو آنحضرتؐ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

۲۔ اسی طرح مجمع البحار جلد ۱ صفحہ ۳۲۹ پر لکھا ہے۔ "اُوْتِيْتُ..... خَوَاتِيْمَهٗ اَيِ الْقُرْاٰنُ خُتِمَتْ بِهِ الْكُتُبُ السَّمَاوِيَّةُ وَ هُوَ حُجَّةٌ عَلٰى سَائِرِهَا وَ مُصَدِّقٌ لَهَا" کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اسی طرح قرآن بھی خاتم الکتب ہے ان معنوں میں کہ وہ سب کتابوں کی مصدق ہے۔

الجواب ۲:۔ خَاتَم کے معنے انگوٹھی کے ہوتے ہیں اور انسان انگوٹھی زینت کے لئے پہنتا ہے پس "خاتم النبیین" کے معنے نبیوں کی زینت ہوئے۔ چنانچہ ان معنوں کی تائید تفسیر فتح البیان جلد ۷ صفحہ ۲۸۶ سے ہوتی ہے۔

"صَارَ كَالْخَاتَمِ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَمُوْنَ بِهٖ وَيَتَزَيَّنُوْنَ بِكَوْنِهٖ مِنْهُمْ": یعنی آنحضرت صلعم نبیوں کی انگوٹھی بن گئے یعنی اِس وجہ سے کہ آنحضرتؐ ان میں سے ایک ہیں وہ آپؐ کے وجود سے زینت حاصل کرتے ہیں۔

ب۔ مجمع البحرین میں زیر لفظ خَتَمَ صفحہ ۵۱۵ "خاتم النبیین" کے یہ معنی لکھے ہیں:۔

خَاتَمٌ بِمَعْنَى الزِّيْنَةِ مَاخُوْذٌ مِنَ الْخَاتَمِ الَّذِيْ هُوَ زِيْنَةٌ لِلَابِسِهٖ۔ کہ خاتم کے معنے زینت کے ہیں اور یہ معنے انگوٹھی سے نکلے ہیں۔ جو پہننے والے کے لئے زینت کا موجب ہوتی ہے۔

ج۔ ان معنوں کی تائید عربی کے مشہور شاعر شہاب الدین الموسوی المعروف بابن معتوق کے قصیدہ میمیہ

کے اس شعر سے ہوتی ہے جو اُس نے آنحضرت صلعم کی مدح میں کہا ہے ؎

طَوْقُ الرِّسَالَةِ تَاجُ الرُّسُلِ خَاتَمُهُمْ
بَلْ زِيْنَةٌ لِعِبَادِ اللهِ كُلِّهِمُ

{ کتاب المجموعة النبهانية في المدائح النبوية - قافية الميم مطبوعہ بیروت فی مطبعة المعارف ۱۳۲۰ھ مولفہ یوسف بن اسماعیل النبھانی جزو ۴ }

کہ آنحضرت صلعم نبوت کی مالا ہیں۔ آپ نبیوں کا تاج اور ان کی انگوٹھی (خاتم) ہیں نہیں (صرف نبیوں ہی کے نہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر) خدا کے تمام بندوں کے لئے زینت ہیں۔

اس شعر میں طوق (مالا) "تاج" اور خاتم (انگوٹھی) تینوں زینت کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ لفظ "بل" کے ساتھ "زینت" کا لفظ خود پکار پکار کر کہہ رہا ہے اس شعر میں لفظ "خاتم" آخری کے معنے میں نہیں بلکہ زینت کے معنے میں آتا ہے۔ نیز چونکہ انگوٹھی انگلی کو گھیر لیتی ہے۔ اس لئے اس لحاظ سے خاتم النبیین کے معنی ہونگے کہ تمام انبیاء کے کمالات کو اپنے اندر جمع کرلینے والا۔

۴۔ تذکرۃ الاولیاء مصنفہ جناب شیخ فریدالدین عطارؒ فارسی ص۲۷۰ میں لکھا ہے۔

"مجذوب کے بہت سے درجے ہیں۔ اُن میں سے بعض کو نبوت کا تہائی حصہ ملتا ہے اور بعض کو نصف اور بعض کو نصف سے زیادہ بیاں تک کہ بعض مجذوب ایسے ہوتے ہیں جن کا حصہ نبوت میں سے تمام مجذوبوں سے زیادہ ہوتا ہے اور وہ خاتم الاولیاء ہوتا ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور یہ مجذوب ممکن ہیں کہ امام مہدی ہوں"

(تذکرۃ الاولیاء باب ۸۵ حضرت حکیم محمد علی الترمذی و اردو ترجمہ ظہیر الاصفیاء از مولانا سید اعجاز احمد مطبع شدہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور)

نوٹ :۔ مندرجہ بالا اُردو ترجمہ انوار الازکیاء و ترجمہ اُردو تذکرۃ الاولیاء مطبع مجیدی کانپور کے صفحہ ۲۷۰ سے لیا گیا ہے۔

لفظ "ختم" اور محاورۂ اہل عرب

لفظ "خاتم" کا صیغہ جمع پر مضاف ہوکر "افضل" ہونے کے معنوں میں ہونا بدلائل ثابت کیا جا چکا ہے۔ اب بعض مثالیں لفظ ختم کے فعل استعمال ہونے کی صورت میں محاورۂ اہل زبان سے پیش کی جاتی ہیں۔ کیونکہ بعض دفعہ بعض لوگ "خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ" کی حدیث بھی پیش کردیا کرتے ہیں اور اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے۔

۱۔ یزید بن معاویہ کے متعلق لکھا ہے :۔

"كَانَ فَصِيْحًا كَرِيْمًا شَاعِرًا مُفْلِقًا قَالُوْا بُدِئَ الشِّعْرُ بِمَلِكٍ وَخُتِمَ بِمَلِكٍ" إِلَى امْرِءِ الْقَيْسِ وَإِلَيْهِ (کتاب الفخری لابن طقطقی باب الدولة الاموية ذکر یزید)

کہ یزید بہت فصیح شاعر تھا اور نہایت اچھے شعر کہتا تھا۔ مشہور مقولہ ہے کہ شعر ایک بادشاہ سے شروع ہوا اور بادشاہ پر ختم ہوا۔ اس سے مراد امراء القیس اور یزید ہیں۔ یعنی امراء القیس سے شاعری شروع ہوئی اور یزید بن معاویہ پر ختم ہوئی۔ کیا عربی کے اس مقولہ کا مطلب یہ ہے کہ یزید کے بعد کوئی شاعر نہیں ہوا؟ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ یزید اپنے زمانہ کا بہترین شاعر تھا۔

۲۔ اسی طرح وفیات الاعیان لابی العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر لابن خلقان جلد ۲ صلہ میں ابو العباس محمد بن یزید المعروف بالمبرد نحوی کے ذکر میں لکھا ہے۔ "وَكَانَ الْمُبَرِّدُ الْمَذْكُوْرُ وَ اَبُو الْعَبَّاسِ اَحْمَدُ بْنُ يَحْيٰى الْمُلَقَّبُ بِثَعْلَبٍ صَاحِبُ كِتَابِ الْفَصِيْحِ عَالِمَيْنِ مُتَعَاصِرَيْنِ قَدْ خُتِمَ بِهِمَا تَارِيْخُ الْاُدَبَاءِ"

کہ مبرد اور ابو العباس ثعلب مصنف کتاب الفصیح۔ دونوں بڑے عالم تھے اور ان دونوں کے ساتھ ادیبوں کی تاریخ ختم ہوئی۔

اب کیا ادباء کی تاریخ کے ختم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مبرد اور ثعلب کے بعد کوئی ادیب نہیں ہوا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں مراد صرف یہ ہے کہ یہ دونوں اپنے زمانہ کے بہترین ادیب تھے۔

لفظ "ختم" اور قرآن مجید

بعض مخالفین کہا کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں لفظ "ختم" بند کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ آیت اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ (یٰس: ۶۶) میں کہ قیامت کے دن دوزخیوں کے منہ پر مُہر لگا دی جائے گی اور اُس کے ہاتھ پاؤں اُن کے خلاف گواہی دیں گے یعنی قیامت کے روز دوزخی منہ سے بات نہ کر سکیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ ختم یعنی مُہر سے مراد بند کرنا ہے۔

الجواب :۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گو لفظ "ختم" اور اُس کے مشتقات کے متعلق بحث نہیں بلکہ بحث خاص طور پر لفظ خاتم بفتحہ تاء کے صیغہ جمع کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں آخری یا افضل کے معنوں میں ہوتے کی ہے۔ لیکن آیت مذکورہ بالا سے بھی ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ نَخْتِمُ سے مراد مطلق بند کرنا ہے کیونکہ آیت محولہ کا مطلب یہ نہیں کہ قیامت کے دن دوزخی زبان سے بات ہی نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسانی جسم میں زبان کو جو حیثیت حاصل ہے وہ تمام اعضاء اور جوارح کی نمائندہ ہونے کی ہے۔ یعنی اگر کوئی تکلیف انسان کے سر میں ہو تو اس کا اظہار بھی زبان کرتی ہے اور اگر ہاتھ یا پاؤں میں کوئی خرابی ہو تو وہ بھی زبان ہی بتاتی ہے تو بظاہر خیال ہو سکتا تھا کہ ممکن ہے قیامت کے دن بھی صرف زبان ہی اپنے علاوہ دوسرے اعضاء کے گناہ بیان کردیگی۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُس دن ہر عضو اپنے گناہ خود بھی بیان کریگا۔ ہاتھ اپنے گناہ بیان کریں گے پاؤں اپنی بدیاں گنائیں گے، لیکن سوال یہ ہے کہ بدزبانی۔ غیبت اور جھوٹ وغیرہ گناہ جن کا ارتکاب خود زبان سے ہوا ہوگا وہ کون بیان کریگا؟ کیا ہاتھ بتائیں گے یا پاؤں؟ ظاہر ہے کہ زبان کے اپنے گناہ

خود زبان ہی بتاتے گی۔

پس قیامت کے دن دوزخی کا مُنہ بند ہونا تو ثابت نہ ہوا۔ بلکہ دوزخی کا بولنا اور اس کے منہ کا کھلا رہنا ثابت ہو۔ اگر کہو کہ تمہارا یہ استدلال محض قیاسی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال قیاسی نہیں بلکہ خود قرآن مجید میں ہی موجود ہے کہ قیامت کے دن دوزخیوں کی زبان بند نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ باتیں کریں گے۔ چنانچہ سورۃ نور رکوع ۳ میں ہے یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النور: ۲۵)

یعنی قیامت کے دن ان کی زبانیں ہاتھ اور پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ ان اعمال کی جو وہ کیا کرتے تھے۔

پس صاف طور پر ثابت ہوا کہ قیامت کے دن باوجود منہ پر "مہر" لگ جانے کے دوزخی باتیں کریں گے۔

چنانچہ ایک دوسری جگہ بھی ہے کہ جب جسم اور ہاتھ اور پاؤں دوزخیوں کے خلاف گواہی دیں گے تو لکھا ہے۔

وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا (حٰم السجدة: ۲۲) وہ اپنے جسموں سے کہیں گے۔ کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ گویا ان کی زبان بند نہ ہوگی۔

پس "اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ" والی آیت میں "ختم" کے معنی ہرگز بکلی بند کرنے کے نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زبان پر تصدیق اور سچائی کی مہر لگا دیگا۔ پس وہ سچ سچ سب کچھ بیان کردے گی اور جو کچھ وہ اپنے خلاف کہے گی اس کے لیے تو کسی مزید تائید اور شہادت کی ضرورت نہ ہوگی، لیکن جو کچھ وہ دوسرے اعضاء کے خلاف کہے گی اس کی تصدیق کرنے کے لیے ہر ایک عضو اپنے اپنے کردہ گناہوں کا اقبال کرے گا۔ اس طرح سے الٰہی مہر کی تصدیق ہو جائے گی۔

ان معنوں کی تائید مندرجہ ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

"اَلدَّنَانِيْرُ وَالدَّرَاهِمُ خَوَاتِيْمُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ فَمَنْ جَاءَ بِخَاتَمِ مَوْلَاهُ قُضِيَتْ حَاجَتُهٗ۔ (فردوس الاخبار دیلمی صـ۱ وجامع الصغیر للسیوطی مصری جلد ۲ صـ۱)

کہ زمین میں دینار اور درہم اللہ تعالیٰ کی مہریں ہیں۔ پس جو شخص اپنے آقا کی مُہر لے کر آتا ہے۔ اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

(۲) "اٰمِيْنَ خَاتَمُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ عَلٰى لِسَانِ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔۔۔۔ مَعْنَاهُ طَابِعُ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ لِاَنَّهٗ يُدْفَعُ بِهِ الْاٰفَاتُ وَالْبَلَايَا۔۔۔۔ اَلْحَدِيْثُ اٰمِيْنُ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ قِيْلَ مَعْنَاهُ اِنَّهٗ طَابِعُ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَقِيْلَ اِنَّهٗ كَلِمَةٌ يَكْتَسِبُ بِهَا قَائِلُهَا دَرَجَةً فِي

الجَنَّة" (فردوس الاخبار دیلمی صفحہ ۵۴ و ۵۵ وجامع الصغیر الامام سیوطی باب الالف جلد ا صـ۳ مصری)

حدیث "آمین" خدا تعالیٰ کی مُہر ہے۔ خدا کے مومن بندوں کی زبان پر اس کے معنی یہ ہیں کہ "آمین" اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر مہر ہے کیونکہ اس سے آفات اور بلائیں خدا کے بندوں سے دُور ہو جاتی ہیں دوسری حدیث میں ہے کہ "آمین" جنّت میں ایک درجہ ہے" کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ "آمین" خدا کی ایک مُہر ہے اس کے بندوں پر اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اس کا کہنے والا جنت میں درجہ حاصل کرتا ہے۔

پس ان احادیث کی روشنی میں (جو محض محاورۂ عربی ثابت کرنے کے لئے پیش کی گئی ہیں) آیات قرآنی کا مطلب یہی ہوگا کہ قیامت کے دن ان کی زبان پر مُہر لگا دی جائے گی۔ یعنی اس کو جھوٹ بولنے سے محفوظ کیا جائے گا۔ سچ بولنے کی ممانعت نہ ہوگی۔ چنانچہ اس دن زبان جو کہے گی وہ سچ ہی ہوگا۔

(۱) ورنہ حوالہ مندرجہ بالا میں "خدا کے بندوں پر مُہر" لگنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مومن کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ بلکہ ظاہر ہے کہ اس کے معنی الٰہی حفاظت اور تصدیق ہی کے ہیں۔

۲۔ اسی طرح خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (البقرۃ : ۸) کی آیت پیش کیا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے۔

الجواب (۱) احادیث مندرجہ بالا سے خوب وضاحت ہو جاتی ہے۔

(۲) یہ آیت تو تمہاری تغلیط اور ہماری تائید کرتی ہے کیونکہ اگر "ختم" کے معنی بند کرنا ہو تو پھر اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ کافروں کی حرکت قلب بند ہو گئی، لیکن ظاہر ہے کہ یہ غلط ہے۔

(۳) ۱۔ کیا ان کافروں میں سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا؟

(۴)۔ زیادہ سے زیادہ تم اس کے یہی معنے کرو گے کہ کافروں کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی۔ اب ان کے دل میں ایمان کی بات داخل نہیں ہو سکتی، لیکن سوال یہ ہے کہ کافروں کے دل میں کیا کوئی کفر اور بدی کی بات بھی داخل ہو سکتی یا ان کے دل پر اثر کر سکتی ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ جو چیز ان کے دل کے اندر موجود ہے (یعنی کفر) اس کی تائید اور تصدیق کرنے والی چیزوں کے داخل ہونے کے لئے انکے دل کے دروازے کُھلے ہیں بند نہیں ہوتے۔ ہاں اس کے خلاف (ایمان یا ہدایت وغیرہ) کی باتوں کے لئے دروازہ بند ہے۔

پس تمہارے معنوں کو تسلیم کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہوا کہ جس چیز پر مُہر لگائی جاتے اس کے مؤید کے لئے دروازہ بند نہیں ہوتا بلکہ اس کے مخالف کے لئے بند ہوتا ہے۔

پس اگر "خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ" کی آیت کے معنی بھی اس اصول کے ماتحت لیتے ہو تو اس کا مطلب یہ بنے گا کہ آنحضرت صلعم کی نبوت کے خلاف کوئی نبی نہیں آسکتا، ہاں آپؐ کی تائید کے لئے نبی آسکتا ہے۔

یاد رہے کہ یہ معنی ہم نے تمہارے معنوں کو تسلیم کرکے لکھے ہیں۔ ہمارے نقطۂ نگاہ سے اس کے معنوں کے لئے مندرجہ بالا حدیث پر غور کرو تو معنے یہ ہوں گے کہ کافروں کے دلوں میں جو گند ہے خدا اس کا اظہار اپنی مُہر کے ذریعہ کرتا ہے یعنی یہ تصدیق کرتا ہے کہ ان کے دلوں میں گند بھرا ہے اور یہ کہ "هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ" (البقرة : ۷) وہ ایسے ہٹ دھرم ہیں کہ باوجود صداقت کے کھل جانے کے پھر بھی ایمان نہیں لاتے گویا ان کا ایمان نہ لانا خدا تعالیٰ کی مُہر کے نتیجہ میں نہیں۔ جیسا کہ تمہارا خیال ہے، کیونکہ اس طور پر خدا تعالیٰ کی ذات موردِ اعتراض بنتی ہے کہ اگر وہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو اس میں ان کا کیا قصور؟ خدا نے ان کے دلوں پہ مُہر لگا دی۔ اب وہ بیچارے کافر رہنے پر مجبور ہیں۔

لیکن ہمارے نزدیک یہ بات نہیں۔ بلکہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ان کی اندرونی کیفیت کو بے نقاب کر دیا ہے اور اس کے گندہ اور قابلِ نفرت ہونے پر مُہرِ تصدیق ثبت کر دی۔

بہر حال تم قرآن مجید کی کوئی بھی آیت پیش نہیں کر سکتے۔ جس میں "ختم" کا مشتق کلی طور پر بند کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہو۔ اور اگر ایسا ہو بھی تو آیت خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ پر اس کا اثر نہیں کیونکہ وہاں لفظ "خاتم" تا۔ کی زبر کے ساتھ اسم آلہ ہے اور عربی میں جب یہ لفظ جمع کی طرف مضاف ہو۔ اس کے معنے بلا استثناء ہمیشہ افضل کے ہوتے ہیں۔ کیا کوئی ہے جو ہمارے اس چیلنج کو توڑ سکے؟

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے — یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

حضرت مسیح موعودؑ اور لفظ "خَاتَم" کا استعمال

بعض غیر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض اُردو کتب سے "خاتم الاولاد" اور "خاتم الخلفاء" وغیرہ کے محاورے پیش کیا کرتے ہیں تو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ عربی زبان میں اگر لفظ "خاتم" صیغۂ جمع کی طرف مضاف ہو تو محاورۂ عربی کے مطابق اس کے معنی بجز افضل کے نہیں ہوتے اُردو۔ فارسی اور پنجابی میں اگر یہ لفظ "بند کرنے والے" کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہو تو اس سے مخالف کو کوئی فائدہ نہیں۔ جیسا کہ لفظ "مکر" کی مثال سے واضح کیا جا چکا ہے کہ یہ لفظ اُردو۔ فارسی اور پنجابی میں دھوکہ اور فریب کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن عربی میں محض تدبیر کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔" (آل عمران : ۵۵) والی آیت میں لفظ "مکر" اللہ تعالیٰ کی نسبت استعمال ہوا ہے۔

۱۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کی کسی اُردو عبارت میں لفظ "خاتم الاولاد" استعمال ہوا ہے تو اس کا اس بحث میں پیش کرنا مفید نہیں۔ کیونکہ ہماری بحث قرآن مجید کی آیت "خاتم النبیین" سے متعلق ہے جو اُردو میں نہیں بلکہ عربی زبان میں ہے۔

۲۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۵۷ طبع اول وصفحہ ۳۰۰ طبع ثانی کی تمہاری پیش کردہ عبارت یہ ہے:۔

" میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اُس کے مَیں نکلا تھا۔ اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں اُن کے لئے خاتم الاولاد تھا۔"

اس عبارت میں " خاتم الاولاد" سے مراد اولاد کا سلسلہ بکلی منقطع کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کیا آپ کے والدین کی اولاد کا سلسلہ آپؑ کے بعد ختم ہو گیا؟ نہیں۔ بلکہ آپ کے والدین کی اولاد کا سلسلہ آپ کے ذریعہ سے چلا۔ اور آپ "خاتم الاولاد" ان معنوں میں ہوتے کہ آپ کے والدین کی اولاد کا سلسلہ آپ کے سوا دوسرے بچوں کے ذریعہ سے منقطع ہو گیا۔ لیکن صرف آپ کے ذریعہ سے آگے ان کی اولاد چلی۔ ظاہر ہے کہ " اِبنُ الاِبنِ اِبنٌ " حضرت مسیح موعودؑ کا ایک دوسرا الہام تھا۔

" یَنْقَطِعُ مِنْ اٰبَائِکَ وَیَبْدَءُ مِنْکَ " (تذکرہ ۱۸۸۳ء)

" کہ تیرے والدین اور آباؤ اجداد کی نسل منقطع ہو جائیگی اور آئندہ تیرے ذریعہ سے شروع ہوگی۔"

پھر اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں یہ کلام الہٰی درج ہے۔

" ہر ایک شاخ تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائیگی۔" (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص۱۰۲)۔ " اور مَیں تیری ذریّت کو بہت بڑھاؤنگا اور برکت دُونگا۔ اندریں حالات " خاتم الاولاد" کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے والدین کا ان معنوں میں آخری بچہ ہو کہ اس کے سوا ان کی اولاد کا سلسلہ کسی اور بچے کے ذریعہ سے نہ چلے بلکہ صرف اس کے ذریعہ سے اولاد کا سلسلہ چلے۔

پس " خاتم النبیین" کے بھی یہی معنی ہوتے کہ دوسرے نبیوں کا سلسلہ ختم ہو جاتے اور آئندہ نبیوں کا سلسلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے چلے۔

جس طرح " خاتم الاولاد" کے بعد " اولاد" کا سلسلہ بند نہیں ہوا اسی طرح " خاتم النبیین" کے معنی یہ نہیں ہو سکتے کہ آئندہ نبیوں کا سلسلہ بکلی بند ہو جاتے۔ البتہ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ۔ یحییٰؑ۔ زکریاؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت سے ختم ہو گئیں اب " خاتم النبیین" کے ذریعہ توسط اور فیض سے نبوت کا سلسلہ شروع ہوگا۔ پس تریاق القلوب کے حوالے سے تمہارا مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔

۳۔ اس تریاق القلوب کے اگلے صفحہ یعنی طبع اول تقطیع کلاں کے ص۱۵۹ و طبع ثانی تقطیع خورد کے ص۳۰۲ پر عربی عبارت درج کر کے (جس میں لفظ خاتم الاولاد استعمال ہوا ہے) حضرت نے اس کا خود ہی اُردو ترجمہ بصورت ذیل درج فرمایا ہے۔ فَھُوَ خَاتَمُ الْاَوْلَادِ (فصوص الحکم نص حکمتِ نفثیہ کلمہ شیثیہ جزو دوم) اور وہ خاتم الاولاد ہوگا یعنی اس کی وفات کے بعد کوئی کامل بچہ پیدا نہیں ہوگا۔

پس ثابت ہوا کہ " خاتم الاولاد" کا محاورہ عربی کے لحاظ سے ترجمہ " کامل بچہ" ہے اور مراد یہ ہے کہ آپ کے والدین کے دوسرے بچے بھی تھے لیکن چونکہ آگے اُن کی نسل منقطع ہو گئی۔ اس لئے وہ کامل بچے کہلانے

کے مستحق نہ تھے، لیکن چونکہ آپؐ ایسے بچے تھے جن کے ذریعہ آئندہ کے لئے آپ کے والدین کی اولاد کا سلسلہ چلا اس لئے "کامل بچہ" کہلانے کے آپ مستحق ہوتے۔ اس مفہوم کے لحاظ سے آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ آپؐ "کامل نبی" ہیں۔ کیونکہ آپ کے آنے سے گذشتہ تمام نبیوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا، لیکن آپ کے ذریعہ اور آپ کے طفیل سے آئندہ غیر تشریعی اور اُمتی نبیوں کا سلسلہ جاری ہوا۔

احراری:۔ "میں نکلا تھا" کا لفظ مضحکہ خیز ہے۔

احمدی:۔ یہ طرزِ کلام حضرت مسیح موعودؑ کا اپنا نہیں بلکہ قرآن مجید کی اس آیت کا لفظی ترجمہ ہے۔ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ (النحل ۷۹) جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ اور اللہ نے نکالا تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں سے۔

پس اس "نکلنے" میں تو خود معترض بھی شامل ہے۔ یُوں بے حیا بن کر قرآنی محاورات پر جو چاہے اعتراض کرتا رہے!

۴۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خاتم کا محاورہ جب بھی عربی عبارت میں استعمال فرمایا ہے وہاں اس کے معنی افضل ہی کے ہیں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

"هُوَ خَاتَمُ الْحَسِيْنِيْنَ وَ الْجَمِيْلِيْنَ كَمَا اَنَّهٗ هُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَ الْمُرْسَلِيْنَ"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۳)

"یعنی آنحضرت صلعم تمام حسینوں اور جمیلوں کے بھی خاتم ہیں جس طرح آپؐ رسولوں اور نبیوں کے خاتم ہیں"

د۔ پس صاف طور پر ثابت ہوا کہ عربی محاورہ کے لحاظ سے حضرت مرزا صاحب "خاتم" کو افضل ہی کے معنوں میں استعمال فرماتے تھے۔

ج:۔ ایک دوسری جگہ یہ عربی عبارت لکھتے ہیں:۔ فَحِيْنَئِذٍ تَكُوْنُ وَارِثَ كُلِّ رَسُوْلٍ وَنَبِيٍّ وَبِكَ تُخْتَمُ الْوَلَايَةُ۔" (تحفہ بغداد صفحہ ۲۴، رُوحانی خزائن جلد ۷، فتوح الغیب مقالہ ۲ صفحہ ۲۳ فارسی از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ندائے غیب صفحہ ۵ ترجمہ اُردو) اور اس عربی عبارت کا ترجمہ حضور اپنی طرف سے یہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ تجھے اپنے نبیوں اور رسولوں کا وارث بنا دے گا یعنی اُن کے علوم و معارف اور برکات جو مخفی اور ناپدید ہو گئے تھے۔ وہ از سرِ نو تجھ کو عطا کئے جائیں گے اور ولایت تیرے پر ختم ہو گی یعنی تیرے بعد کوئی نہیں اُٹھے گا جو تجھ سے بڑا ہو۔" (برکات الدعا حاشیہ صفحہ ۱۴، ۱۵)

یہ دونوں عربی عبارتیں فیصلہ کُن ہیں۔

❊ ❊ ❊

حضرت مسیح موعودؑ کی دیگر تحریرات

بعض غیر احمدی حضرت مسیح موعودؑ کی بعض اس قسم کی تحریرات پیش کرتے ہیں جن میں معترضین کے نزدیک حضور نے خاتم النبیین کا ترجمہ "بند کرنے والا" کیا ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کو بند قرار دیا ہے۔

الجواب ١۔ حضرت اقدس نے جس نبوت یا رسالت کو بند قرار دیا ہے وہ غیر تشریعی براہ راست نبوت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:- "اور جس جس جگہ مَیں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا گیا ہے کہ مَیں مستقل طور پر شریعت لانے والا نہیں ہوں" (ایک غلطی کا ازالہ ص۶)

٢۔ "یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا مَیں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا۔ اور جس کے معنے یہ ہیں کہ مَیں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلعم کی اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام میرے پر صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ ہمیشہ سے اپنی ہر ایک کتاب میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے ...... ہاں اُس (خدا) نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو مَیں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں ..... میں اس پر قائم ہوں۔ اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں"

(خط اخبار عام ٢٦ مئی ١٩٠٨ء، بدر ١١ جون ١٩٠٨ء ص١ کالم ١-٢ تاریخ احمدیت جلد ٣ ص٥٣٥)۔

٣۔ "اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا۔ اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے" (تجلیاتِ الٰہیہ ص٢٥)

٤۔ "یہ لوگ اسلام کے دشمن ہیں۔ ختم نبوت کے ایسے معنے کرتے ہیں جس سے نبوت ہی باطل ہوتی ہے۔ کیا ہم ختم نبوت کے یہ معنے کر سکتے ہیں کہ وہ تمام برکات جو آنحضرت صلعم کی پیروی سے ملنی چاہئیں تھیں وہ سب بند ہو گئے" (چشمۂ مسیحی ص٦٧ مطبوعہ مارچ ١٩٠٦ء)

٥۔ "خدا تعالیٰ کا یہ قول وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ...... اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلعم ..... نبیوں کے لیے مُہر ٹھہرائے گئے ہیں یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ کی پیروی کی مُہر کے کسی کو حاصل نہیں ہو گا"

(چشمۂ مسیحی صفحہ ٣٧ مطبوعہ مارچ ١٩٠٦ء)

٦۔ "اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کا افاضہ کمال کے لئے مُہر دی۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام "خاتم النبیین" ٹھہرا یعنی آپکی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ رُوحانی نبی تراش ہے" (حقیقۃ الوحی ص٩٧ حاشیہ)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کُتب میں سینکڑوں حوالجات موجود ہیں۔ جن سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت اقدس نے جہاں آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کو بند قرار دیا ہے۔ وہاں محض تشریعی اور بلاواسطہ نبوت مراد ہے اور جہاں حضرت اقدس نے نبوت کو جاری تسلیم فرمایا ہے۔ وہاں صرف غیر تشریعی اور بالواسطہ نبوت مراد ہے فَلَا تَضَادَ۔

غیر احمدی:۔ حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے:۔

"اَلَا تَعْلَمُ اَنَّ الرَّبَّ الرَّحِیْمَ الْمُتَفَضِّلَ سَمّٰی نَبِیَّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ الْاَنْبِیَاءِ بِغَیْرِ اِسْتِثْنَاءٍ"۔ (حمامۃ البشریٰ ص۲۰ مطبوعہ ۱۳۱۱ھ)

کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کا نام خاتم النبیین بلا استثناء رکھا ہے غیر تشریعی نبوت کہاں گئی؟

الجواب:۔ ہم آیت "خاتم النبیین" کی بحث میں بدلائل قویہ یہ ثابت کر آئے ہیں کہ "خاتم النبیین" کا ترجمہ "افضل النبیین" ہے۔

پس حضرت اقدس کی عبارت کا اُردو ترجمہ یہ ہوگا کہ "اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو افضل الانبیاء بلا استثناء قرار دیا ہے"۔

یعنی کوئی ایک بھی نبی ایسا نہیں جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل نہ ہوں اسی طرح "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" والی حدیث کے متعلق بھی ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ حضورؐ کے خلاف بلا حضورؐ کی اتباع کے نیز حضورؐ کی طرح صاحب شریعت کوئی نبی نہ آئے گا۔

پس اس حوالہ سے تمہارا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کا جو ترجمہ ہم نے کیا ہے وہ خود تمہارے بزرگ قبل از احمدیت کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

"ہاں "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" آیا ہے۔ اس کے معنی نزدیک اہلِ علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہیں لاوے گا"۔ (اقتراب الساعۃ ص۱۶۲ مصنفہ نواب نور الحسن خان)

غیر احمدی:۔ حضرت مرزا صاحب نے مسیح ابن مریم کو سلسلہ موسویہ کا "خاتم الخلفاء" قرار دیا ہے اور اپنے آپ کو سلسلہ محمدیہ کا خاتم الخلفاء قرار دیا ہے۔

جواب:۔ "خاتم الخلفاء" کے معنی افضل الخلفاء کے ہیں۔ آخری خلیفہ کے نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو اسی طرح سلسلہ محمدیہ کا خاتم الخلفاء قرار دیا ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سلسلہ موسویہ کا۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بعد سلسلہ خلافت تسلیم کیا ہے یا نہیں؟

۱۔ تو ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "حمامۃ البشریٰ" میں تحریر فرمایا ہے:۔

"یُسَافِرُ الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ اَوْ خَلِیْفَۃٌ مِّنْ خُلَفَائِہٖ اِلٰی اَرْضِ دِمَشْقَ"۔

(حمامۃ البشریٰ ص۳۷ مطبوعہ ۱۳۱۱ھ)

کہ مسیح موعودؑ یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ دمشق کا سفر اختیار کریگا۔

(نیز دیکھو پیغام صلح ص۳۱ ونیز ڈائری ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعد سلسلہ خلافت تسلیم فرمایا ہے۔ پس خاتم الخلفاء کے معنی آخری خلیفہ کے نہ ہوتے۔ بلکہ افضل الخلفاء کے ہوتے۔

ب:۔ زیادہ وضاحت کے لئے اسی خطبہ الہامیہ میں حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔ "اِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَنَا خَاتَمُ الْاَوْلِیَاءِ لَا وَلِیَّ بَعْدِیْ اِلَّا الَّذِیْ ھُوَ مِنِّیْ وَعَلٰی عَھْدِیْ"

(خطبہ الہامیہ ص۳۵ مطبوعہ ۱۳۱۹ھ)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہی جو مجھ سے ہو اور میرے عہد پر قائم ہو۔

غرضیکہ حضرت مرزا صاحب نے خاتم الانبیاء کا مفہوم بالکل واضح فرما دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ مگر وہی جو آپ میں سے ہو اور آپ کے عہد پر آئے یعنی بالواسطہ بغیر شریعت کے۔

سو یہی مذہب جماعت احمدیہ کا ہے۔ خلافت کے متعلق تو حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں:۔

"ولایت و امامت و خلافتِ حقہ کبھی ختم نہیں ہوگی۔ یہ سلسلۂ ائمہ راشدین خلفاء ربانیین کا کبھی بند نہیں ہوگا۔" (الحکم جلد ۲ ص۳۸ ص۳ کالم ۱ ۱۰ دسمبر ۱۸۹۸ء قادیان)

دوسری آیت:۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (المائدۃ ۴:)

(۳۳)

الجواب:۔ یہ آیت تو امکانِ نبوت کی دلیل ہے (تفصیل دیکھو دلائل امکان نبوت بارہویں دلیل) اگر کہو کہ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ میں "نعمت" سے مراد نبوت ہے اور وہ تمام ہوگئی۔ یعنی ختم ہوگئی تو اس کا جواب یہ ہے۔

۱۔ قرآن میں تورات کے متعلق ہے تَمَامًا عَلَی الَّذِیْٓ اَحْسَنَ وَ تَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (الانعام: ۱۵۵) گویا تورات "تمام" تھی مگر اس کے بعد پھر کتاب آگئی (قرآن) پس جس طرح اتمام کتاب کے بعد کتاب آگئی اسی طرح اتمام نعمت کے بعد نعمت آگئی۔ فلا اعتراض!

۲۔ اس آیت میں تو اتمام نعمت کا ذکر ہے اور نعمت صرف نبوت ہی نہیں بلکہ بادشاہت۔ صدیقیت۔ شہادت۔ صالحیت یہ سب نعمتیں ہیں جیسا کہ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ (النساء: ۷۰) نیز یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَ جَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا (المائدہ ۲۱:) پس اگر اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد نبوت بند ہوگئی ہے تو پھر اُمتِ محمدیہ میں بادشاہی۔ صدیقیت اور شہادت اور صالحیت سب بند ہوگئیں۔ مگر یہ خلاف واقعہ ہے۔ پس تمہارا ترجمہ غلط ہے اور صحیح

ترجمہ یہ ہے کہ تم کو پوری نعمت دی گئی۔

۲۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب حضرت یوسفؑ نے اپنا خواب حضرت یعقوبؑ کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے جواب دیا۔

یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَعَلٰۤى اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ (یوسف: ۷) کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تجھ پر اپنی نعمت تمام کرے جس طرح اس نے تیرے باپ دادا ابراہیمؑ و اسحاقؑ پر اپنی نعمت تمام کی تھی۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی نعمت تمام ہوئی۔ پھر حضرت اسحٰق۔ یعقوب و یوسف علیہم السلام پر نعمت تمام ہوئی اور پھر آنحضرت صلعم کے ذریعہ مسلمانوں پر بھی نعمت تمام ہوئی۔ اس کے معنے بند کرنا کس طرح ہوئے؟ کیا حضرت ابراہیمؑ اور اسحاقؑ پر نبوت بند ہو گئی تھی؟ پس اس کے یہ معنے ہیں کہ میں نے تم کو پوری پوری نعمت دی ہے اس آیت کا ترجمہ تفسیر حسینی میں مندرجہ ذیل درج ہے:۔

"اور پوری کریگا اپنی نعمت کہ نبوت ہے تجھ پر اور اولاد یعقوب پر یعنی تیرے بھائیوں پر ایک قول کے بموجب انہیں پیغمبر کہتے ہیں یا یعقوب علیہ السلام کی نسل پر کہ اس میں انبیاء علیہم السلام پیدا کریگا۔"

(تفسیر حسینی جلد ا صفحہ ۴۸۵ مترجم اردو تفسیر سورۃ یوسف ع ۱)

پس "اتمام نبوت" "بر اُمت محمدیہ" کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اُمت محمدیہ میں سے نبی پیدا کریگا جس طرح آل یعقوب پر اتمام نعمت سے مراد ان میں نبی پیدا کرنا تھی۔

تیسری آیت:۔ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا: ۲۸) چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دُنیا کے رسول ہیں لہٰذا اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔

الجواب:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے۔ کیا ان کے بعد بنی اسرائیل ہی کے لئے حضرت داؤد۔ سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نبی ہو کر نہیں آتے؟ پس آنحضرت صلعم چونکہ تمام دنیا کی طرف رسول ہیں (ب) آپ کے بعد جو رسول آپ کی اتباع میں آئے گا وہ بھی تمام دُنیا کی طرف ہوگا۔

۲۔ قرآن مجید تمام دُنیا کے لئے شریعت ہے پس جو نبی قرآن کی اشاعت کے لئے آئے گا وہ بھی ساری دنیا ہی کی طرف آئے گا۔

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بقول غیر احمدی آئیں گے وہ کن لوگوں کی طرف آئیں گے؟

چوتھی آیت:۔ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء: ۱۰۸) چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دُنیا کے لئے رحمت ہو کر آئے ہیں۔ اس لئے اب کسی نبی کے لئے گنجائش نہیں۔

الجواب:۔ تیسری دلیل کا جواب پڑھو۔

پانچویں آیت:۔ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (الاعراف: ۱۵۸)

الجواب:۔ تیسری دلیل کا جواب پڑھو۔

چھٹی آیت:- یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ (البقرۃ : ۵) بتاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی وحی نازل نہ ہوگی۔

الجواب (۱) اوّل تو عدم ذکر سے عدمِ شئی لازم نہیں آتا، لیکن ذرا غور تو کرو کہ اسی آیت میں کیا۔ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ کا لفظ موجود نہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی ساری وحی پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اور اس "مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ" (قرآن مجید) میں متعدد مقامات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتیوں اور غلاموں پر وحی الٰہی اور ملائکہ کے نزول کا ذکر موجود ہے اور بعد میں آنے والے اُمتی نبیوں کی بعثت کی خبر دے کر ان پر ایمان لانے کی تلقین کی گئی ہے (جن کی کسی قدر تفصیل دلائل امکانِ نبوت از روئے قرآن مجید میں دی گئی ہے وہاں سے ملاحظہ ہوں) لیکن بطور مزید مثال ایک آیت درج ہے۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا۔" (حٰمٓ السجدہ : ۳۱) کہ وہ مومن جو اسلامی توحید پر استقامت اختیار کریں گے ان پر فرشتے یہ پیغام لے کر نازل ہونگے کہ کوئی خوف نہ کرو اور مت حزیں ہو اور ہم تم کو جنّت کی بشارت دیتے ہیں۔ ہم تمہارے اس دُنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی دوست ہیں۔ یہ آیت اس امر کے اثبات کے لیے نص قطعی ہے کہ قرآن مجید اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے متبعین پر اسی دنیا میں ملائکہ کا نزول ہوتا ہے چنانچہ۔

تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ مطبع احمدی دہلوی و تفسیر قادری المعروف بہ تفسیر حسینی جلد ۲ صفحہ ۳۹۶ مترجم اُردو پر اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مومنوں پر اسی دُنیا میں الہام الٰہی کے نزول کا اس آیت میں وعدہ دیا گیا ہے۔ (۲) پھر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ (المومن: ۱۶) اس کا ترجمہ تفسیر قادری سے نقل کیا جاتا ہے:۔

"وہ ہے بلند کرنے والا درجے۔ خداوند عرش ہے ڈالتا ہے رُوح کو اپنے حکم سے یا بھیجتا ہے جبریل کو جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے یعنی جسے چاہتا ہے مرتبۂ نبوت عطا فرماتا ہے تاکہ ڈراوے وہ جس پر وحی آتے لوگوں کو ملاقات کے دن سے۔" (تفسیر حسینی مترجم اُردو جلد ۲ صفحہ ۳۶۰)

اس آیت میں "یُلْقِیْ" مضارع کا صیغہ ہے جو مستقبل کے زمانہ پر بھی دلالت کرتا ہے۔ پس اس مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ میں بھی آئندہ وحی اور نبوت کا اجراء بیان کیا گیا ہے۔ پس جو شخص یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ کا مصداق ہے۔ وہ طبعی طور پر اس وحی پر ایمان لاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے طفیل حضورؐ کے غلاموں پر نازل ہوتی ہے۔ پھر اُس شخص سے علیحدہ طور پر اقرار لینے کی کیا ضرورت تھی؟

(۳)۔ اس طرح تو کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اس آیت میں ایمان بالملائکہ کا بھی کوئی ذکر نہیں اسلئے

ثابت ہوا کہ ملائکہ پر ایمان لانا ضروری نہیں یا یہ کہ سرے سے اُن کا کوئی وجود ہی نہیں۔ تو اس کا جواب بھی یہی ہوگا کہ ملائکہ پر ایمان مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ کے اندر شامل ہے اور مذکور ہے۔ اس لئے علیحدہ طور پر اس کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

(۴) اسی طرح اس آیت میں تمہارے خود تسلیم کردہ مسیح موعود اور مہدی کا بھی تو ذکر نہیں۔

آنحضرت صلعم کے بعد وحی

علاوہ مندرجہ بالا نیز دیگر آیاتِ قرآنی کے (جنکی تفصیل مضمون "دلائل امکان نبوت" میں درج کی گئی ہے) احادیث نبوی میں بھی اُس وحی کی خبر دی گئی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیح موعود اور امام مہدی پر نازل ہوگی دیکھو صحیح مسلم۔ کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب صفت الدجال و نزول المسیح جلد ۲ و مشکوٰۃ کتاب الفتن باب فی العلامات بین یدی الساعۃ صفحہ ۴۷۳ مطبع اصح المطابع کہ اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ " کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعود پر وحی نازل کریگا۔ نیز دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱ و اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۳۔ جہاں حضرت امام سیوطی حضرت حافظ ابن حجر اور دیگر بزرگان کی تصریحات کی بناء پر لکھا ہے کہ مسیح موعود پر بعد نزول حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ وحی نازل ہوگی مفصل حوالجات ذیل میں درج ہیں:۔

۱۔ علامہ ابن حجر الہیثمی سے جب پوچھا گیا کہ جب مسیح موعود آئیگا تو اس پر وحی نازل ہوگی؟ تو انہوں نے جواب دیا۔

نَعَمْ يُوْحٰى اِلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحْيٌ حَقِيْقِيٌّ كَمَا فِيْ حَدِيْثِ مُسْلِمٍ (روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۶) ہاں خدا تعالیٰ ان پر وحی حقیقی نازل کریگا جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے۔

۲۔ حدیث مسلم میں ہے۔ يَقْتُلُ عِيْسَى الدَّجَّالَ عِنْدَ بَابِ لُدِّ الشَّرْقِيِّ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ اِنِّيْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا مِنْ عِبَادِيْ۔ (مسلم جلد صفحہ ۴۰۱ صفحہ ۴۰۲ کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب ذکر الدجال، مشکوٰۃ صفحہ ۴۵۳ کتاب الفتن باب العلامات بین یدی الساعۃ)

کہ مسیح موعود دجال کو باب لُد شرقی پر قتل کرے گا اور جب وہ اس حالت میں ہونگے تو خدا تعالیٰ مسیح موعود پر وحی کرے گا کہ میں نے اپنے بندوں میں سے بعض بندے تیری حمایت میں نکالے ہیں۔

۳۔ اس حدیث کو نقل کرکے نواب صدیق حسن خاں صاحب حجج الکرامہ میں لکھتے ہیں:۔

"وظاہر آنست کہ آرندہ وحی بسوئے او جبرئیل علیہ السلام باشد۔ بلکہ ہمیں یقین داریم و دراں تردد نمی کنیم چہ جبرائیل سفیرِ خدا است درمیان انبیاء علیہم السلام و فرشتہ دیگر برائے ایں کار معروف نیست"

(حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱)

کہ ہمیں یقین ہے کہ مسیح موعود کی طرف جبرائیل ہی وحی لے کر آویں گے کیونکہ انبیاء کی طرف خدا کی وحی لانے کے لئے وہی مقرر ہیں۔ اور ان کے سوا کوئی دوسرا فرشتہ اس کام پر مقرر نہیں ہے۔

۴۔ علامہ ابن حجر الہیثمی فرماتے ہیں:۔ وَ ذٰلِكَ الْوَحْيُ عَلٰى لِسَانِ جِبْرِيْلَ اِذْ هُوَ

اَلتَّفْخِیْرُ بَیْنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَنْبِیَآئِہٖ (روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۹۵)

علاوہ ازیں امام ابن حجر الہیثمی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ابراہیمؑ جو آیت خاتم النبیین کے نزول کے بعد پیدا ہوئے) نبی تھا اور پھر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ان کی طرف حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لیکر نازل ہوئے جس طرح جبرئیلؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ماں کی گود میں وحی لیکر نازل ہوتے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام پر تین سال کی عمر میں نازل ہوتے۔ لکھتے ہیں:۔

"وَلَا بُعْدَ فِیْ اِثْبَاتِ النُّبُوَّۃِ لَہٗ مَعَ صِغْرِہٖ لِاَنَّہٗ کَعِیْسَی الْقَائِلِ یَوْمَ وُلِدَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتَانِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَکَیَحْیٰی الَّذِیْ قَالَ تَعَالٰی فِیْہِ وَاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا" (الفتاوی الحدیثیہ مصنفہ امام ابن حجر الہیثمی صفحہ ۱۵۰)

"کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحبزادہ ابراہیمؑ چھوٹی عمر میں نبی ہوگیا تو اس میں کوئی بعید از عقل بات نہیں کیونکہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح ہیں جنہوں نے پیدائش کے دن کہا تھا کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ مجھے اللہ نے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے نیز وہ حضرت یحییٰ کی طرح ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو بچپن ہی کی عمر میں دانشمندی عطا فرمائی تھی"۔ پھر فرماتے ہیں:۔

وَاِحْتِمَالُ نُزُوْلِ جِبْرِیْلَ بِوَحْیٍ لِعِیْسٰی اَوْ یَحْیٰی یَجْرِیْ فِیْ اِبْرَاہِیْمَ وَیُرَجِّحُہٗ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَوَّمَہٗ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَعُمْرُہٗ ثَمَانِیَۃُ اَشْہُرٍ۔ (الفتاوی الحدیثیہ صفحہ ۱۵۰)

کہ جس طرح حضرت عیسیٰ اور یحییٰ علیہ السلام پر بچپن میں جبرئیلؑ وحی لے کر نازل ہوتے اس طرح احتمال ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ابن النبی صلعم پر جبرئیل وحی لیکر بچپن کی عمر میں نازل ہوتے اور یہ بات بدیں وجہ وزنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچہ ابراہیمؑ کو عاشورہ کے روزے رکھوائے حالانکہ ان کی عمر ابھی صرف آٹھ ماہ کی تھی۔

۵۔ علامہ ابن حجر مذکور فرماتے ہیں:۔ "وَخَبَرُ لَا وَحْیَ بَعْدِیْ بَاطِلٌ وَمَا اشْتَہَرَ اَنَّ جِبْرِیْلَ لَا یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِیِّ صلعم فَھُوَ لَا اَصْلَ لَہٗ۔

(رُوح المعانی جلد ۷ صفحہ ۶۵)

۶۔ اس کا ترجمہ فارسی میں نواب صدیق حسن خان صاحب نے یہ کیا ہے:۔

"وآنکہ بر اَلسِنہٴ عامہ مشہور شدہ کہ نزول جبرائیلؑ بسوئے ارض بعد موت رسول خدا صلعم نشود بے اصل محض است" (حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱) کہ یہ حدیث کہ میرے بعد کوئی وحی نہیں باطل ہے (موضوع ہے) اور یہ جو عام طور پر مشہور ہے کہ جبرائیل وفاتِ نبویؐ کے بعد زمین پر نازل نہیں ہوں گے اس کی کوئی بنیاد نہیں۔

مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر مِنْ قَبْلِکَ سے غیر احمدیوں کا استدلال باطل ہے۔

<u>ساتویں آیت</u>:۔ عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ (المائدۃ: ۲۰)

جواب:۔ "فَتْرَۃ" کے معنے ختم ہو جانا نہیں بلکہ اس کے معنی "وقفہ" کے ہیں جو دو رسولوں کے

درمیان ہوتا ہے چنانچہ لغت میں لکھا ہے:۔

"Interval between two fits of fever, between the missions of two prophets, truce."

(الفرائد الدریہ ص۲۲۵) یعنی فترۃ کے معنی ہیں بخار کے دو حملوں کا درمیانی وقفہ۔ دو نبیوں کا درمیانی زمانہ۔ عارضی صلح۔

پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کے بعد جب ایک وقفہ پڑ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"وَ الْفَتْرَةُ الَّتِيْ كَانَتْ بَيْنَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ (البحرالمحیط جلد ۳ ص۴۵۱ مصری) کہ فترۃ سے مراد وہ زمانہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے درمیان گزرا۔"

۳۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

نَبِيٌّ اَتَانَا بَعْدَ يَاسٍ وَ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَالْاَوْثَانُ فِي الْاَرْضِ تُعْبَدُ

(دیوان حسان قافیہ الدال) یعنی ہمارے پاس محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاس اور فترۃ کے بعد آتے ہیں (یعنی ایسے وقت جبکہ کافی عرصہ نبی کو مبعوث ہوتے گزر چکا تھا) اور حالت یہ ہے کہ زمین میں بتوں کی پرستش کی جاتی ہے۔

۴۔ یہ آیت تو امکان نبوت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ اس خیال سے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد ایک لمبے عرصے تک کسی نبی کے مبعوث نہ ہونے کی وجہ سے لوگ یہ خیال نہ کرنے لگ جائیں کہ شاید خدا تعالیٰ نے اب نبی بھیجنا ہی بند کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے نبی بھیج دیا۔ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ (المائدۃ :۲۰) تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا۔ بعینہٖ یہی صورت حال اب بھی ہے۔

تردید دلائل انقطاع نبوّت از روئے حدیث

پہلی حدیث:۔ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ (بخاری کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل جلد اوّل ص۱۰۱ مطبوعہ میرٹھ)

الجواب ۱:۔ اس حدیث کی دوسری روایت ہے۔

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا عَلِيُّ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ كَهَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى غَيْرَ اَنَّكَ لَسْتَ نَبِيًّا۔ (طبقات کبیر جلد ۵ ص۱۵)

کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ اے علی کیا تو خوش نہیں کہ تُو مجھے ایسا ہی ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ہارون مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد تو نبی نہیں ہوگا۔ "لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ" کی تشریح کر دی کہ آنحضرت صلعم کا خطاب عام نہیں۔ بلکہ خاص حضرت علیؓ سے ہے۔

الجواب ۱:۔ اسی بخاری میں آنحضرت صلعم کی بعینہٖ ایسی ہی ایک اور حدیث ہے؛ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلْعَمْ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ قَیْصَرُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَهٗ (بخاری کتاب الایمان والنذور باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۴ صلا مصری) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسریٰ مرے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب یہ قیصر مرے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔

اپنے متعلق "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" اور قیصر کے متعلق "لَا قَیْصَرَ بَعْدَهٗ" فرمایا۔ کیا قیصر کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوا؟ اور کیا کسریٰ شاہ ایران کے بعد اور کوئی کسریٰ نہیں ہوا؟ اگر ہوتے ہیں اور نسلاً بعد نسلٍ ہوتے رہے ہیں تو پھر حدیث لَا قَیْصَرَ بَعْدَهٗ اور لَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ کے کیا معنے ہیں۔ اگر اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ان قیصر و کسریٰ کے بعد اس شان کے قیصر و کسریٰ نہ ہوں گے جیسا کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۶ میں اس حدیث کا مطلب "مَعْنَاهُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَهٗ یَمْلِكُ مِثْلَ مَا یَمْلِكُ هُوَ" کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ قیصر مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی ایسا قیصر نہ ہوگا جو اس طرح حکومت کرے۔ جس طرح یہ کرتا ہے تو لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا مطلب بھی یوں ہوگا کہ آپ جیسا نبی آپ کے بعد نہیں ہوگا۔

یہ "لَا" صفتِ موصوف کی نفی کے لیے ہوتا ہے۔ جیسا کہ مشہور مقولہ "لَا فَتٰى اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ" (موضوعات کبیر صفحہ ۵۹، ۸۱) کیا حضرت علیؓ کے بعد کوئی جوان نہیں ہوا؟ اور کیا ذوالفقار کے بعد کوئی تلوار نہیں بنی؟ پس اس میں حضرت علی جیسے جوان کی اور ذوالفقار جیسی تلوار کی نفی ہے مطلق نفی نہیں۔ پس "لَا" نفی جنس کا نہیں۔ بلکہ صفت موصوف کی نفی کے لئے آیا ہے۔

۲۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ حدیث لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ (بخاری۔ پارہ ۱۵ کتاب المناقب مناقب انصار جلد ۲ باب ہجرۃ النبیؐ واصحابہٖ الی المدینۃ) کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

وَاَمَّا قَوْلُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ فَالْمُرَادُ الْهِجْرَةُ الْمَخْصُوْصَةُ (تفسیر کبیر جلد ۴ ص۳۰۵ مطبوعہ مصر زیر آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ (الانفال: ۷۳)

یعنی حضورؐ کے ارشاد "لا ہجرۃ بعد الفتح" کا مطلب یہ نہیں کہ فتح مکہ کے بعد ہر قسم کی ہجرت بند ہوگئی بلکہ صرف ایک خاص ہجرت مراد ہے جو مکہ سے مدینہ کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں ہوتی تھی۔

پس بعینہٖ اسی طرح "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" میں بھی ہر قسم کی نبوۃ مراد نہیں بلکہ صرف ایک مخصوص نبوۃ کا انقطاع مراد ہے جو شریعت جدیدہ کی حامل ہو اور جو قرآنی شریعت کو منسوخ کرے۔ نیز براہ راست ہو۔

نوٹ:۔ بعض غیر احمدی ایام الصلح کے حوالہ سے کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ لَا نفی عام کے لئے ہے تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ حوالہ ایام الصلح پر حضرت اقدس بحث حضرت مسیح ناصری کی بعثت ثانی کے متعلق فرما کر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اب مسیح ناصری واپس

نہیں آسکتا۔ اور یہ کہہ کر غیر احمدیوں کو ملزم کر رہے ہیں کہ جب لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے مطابق نبوت بند ہو گئی اور لَا نفی عام کے لیے ہے تو پھر کس طرح آنحضرتؐ کے بعد مسیح نبی اللہ کا واپس آنا مانتے ہو؟ لَا کا نفی عام ہونا غیر احمدیوں کو مسلّم ہے اور یہی بتانا حضرت اقدسؑ کا مقصود تھا۔ کیونکہ جب بقول غیر احمدیاں لَا نبی بعدی سے کسی قسم کا استثناء جائز ہی نہیں تو پھر مسیح ناصری کی آمد ثانی کے لئے وہ استثناء کہاں سے نکالتے ہیں؟ ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو اپنا عقیدہ دربارۂ امکانِ نبوت ایسا واضح کر دیا ہے کہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ لَا نفی کمال جس کا ذکر ہم نے بعض مثالیں دیکر اوپر کیا ہے اس کو حضرت اقدس نے بھی تسلیم فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

"یاد رکھنا چاہیئے کہ نفی کا اثر اسی حد تک محدود ہوتا ہے جو متکلم کے ارادہ میں متعین ہوتی ہے۔ خواہ وہ ارادہ صریحاً بیان کیا گیا ہو یا اشارۃً مثلاً کوئی کہے کہ اب سردی کا نام و نشان نہیں رہا تو ظاہر ہے کہ اس نے اپنے بلدہ کی حالتِ موجودہ کے موافق کہا ہے اور گو اس نے بظاہر اپنے شہر کا نام بھی نہیں لیا مگر اس کے کلام سے یہ سمجھنا کہ اس کا یہ دعویٰ ہے کہ کل کوہستانی ملکوں سے بھی سردی جاتی رہی اور سب جگہ سخت اور تیز دھوپ پڑنے لگی اور اس کی یہ دلیل پیش کرنا کہ جس لَا کو اس نے استعمال کیا ہے۔ وہ نفی جنس کا "لا" ہے۔ جس کا تمام جہان پر اثر پڑنا چاہیئے درست نہیں۔" (تصدیق النبیؐ صفحہ ۱۰)

"لَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ" یعنی ...... دوسرا کسریٰ پیدا نہیں ہوگا۔ جو ظلم اور جور و جفا میں اُس کا قائم مقام ہو۔ اس حدیث سے استنباط ہو سکتا ہے کہ ..... پھر ایسی ہی خصلت کا انسان اس قوم میں پیدا ہونا محال ہے۔" (تریاق القلوب بڑی تقطیع صفحہ ۱۲۶ و چھوٹا سائز صفحہ ۲۹۵)

پس حضرت اقدس نے کمالِ موصوف کی نفی والا "لا" تسلیم فرمایا ہے بلکہ جو استنباط ہم نے لا کسریٰ بعدہٗ کی حدیث سے کیا تھا۔ اُس کی حرف بحرف تصدیق بھی فرما دی ہے۔

ایام الصلح کے حوالہ میں حضرت اقدس نے غیر احمدیوں کو الزامی طور پر اُن کے مسلمہ عقیدہ کے رُو سے ساکت کیا ہے کہ لا نبی بعدی کے لَا نفی عام سے حضرت عیسیٰؑ کی استثناء کس طرح ہو سکتی ہے؟ گویا یہ دلیل اس شخص کے لئے ہے جو حیاتِ مسیح کا قائل ہو۔ مگر نبوت کو آنحضرت صلعم کے بعد ختم مانتا ہو۔ مگر حضرت اقدس تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قطعی طور پر بروئے نصوص صریحہ قرآنیہ و حدیثیہ و وحیٔ الٰہی وفات یافتہ تسلیم کرتے تھے۔ حضور کے نزدیک مسیح ناصری کا واپس آنا اس لئے محال نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ مُردہ واپس دُنیا میں نہیں آیا کرتا۔ حضرت اقدس کی یہ دلیل اس طرح کی ہے جس طرح ہم نے وفاتِ مسیح کے دلائل کے ضمن میں "اِسْمُهٗ اَحْمَدُ" والی پیشگوئی کو پاکٹ بک ہذا میں درج کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اگر حضرت مسیح ناصری دُنیا میں واپس آجائیں تو اندریں صورت وہ آنحضرت صلعم کے "بعد" اور آنحضرت صلعم سے "قبل" ہو جائیں گے۔ حالانکہ پیشگوئی اِسْمُهٗ اَحْمَدُ میں "احمد" رسول کو بہر حال حضرت مسیح سے "بعد" میں ہونا چاہیئے۔

اب کوئی تمہارے جیسا عقلمند ہمارے اس استدلال کو لے کر کھڑا ہو جائے اور شور مچاوے کہ دیکھو مصنف احمدیہ پاکٹ بک کا مذہب یہ ہے کہ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ والی پیش گوئی کے مصداق حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ ہم نے اِسْمُهٗ اَحْمَدُ کی پیش گوئی سے وفات مسیح پر استدلال غیر احمدیوں کے عقیدہ کے رُو سے کیا ہے کیونکہ وہ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ کی پیشگوئی کا مصداق آنحضرت صلعم ہی کو مانتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لَانَبِیَّ بَعْدِیْ " سے وفات مسیح پر استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ غیر احمدی لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کا ترجمہ "آخری نبی" ہی کرتے ہیں اور " لَا " کو نفی عام ہی کے لیے قرار دیتے ہیں۔ ورنہ حضرت اقدسؑ کا اپنا مذہب در بارہ امکان نبوت دوسری جگہ پر ملاحظہ فرمائیں جس میں سے ایک حوالہ یہ ہے۔

"شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔"

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

نیز " لا " کے متعلق حضرت اقدس کی تحریرات سے دو حوالے اور درج ہو چکے ہیں۔

(خادم)

جواب ۳: ۱۔ پھر اس حدیث میں لفظ بَعْدِیْ بھی غور طلب ہے قرآن مجید میں لفظ "بعد" مغائرت اور مخالفت کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے۔

۱۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ (الجاثیۃ : ۷) کہ اللہ اور اس کی آیات کے بعد کونسی بات پر وہ ایمان لائیں گے؟ اللہ کے بعد کیا مطلب؟ کیا اللہ کے فوت ہونے کے بعد؟ یا اللہ کی غیر حاضری میں؟ ظاہر ہے کہ یہ دونوں معنے باطل ہیں۔ پس "بعد اللہ" کا مطلب یہی ہوگا کہ اللہ کے خلاف۔ اللہ کو چھوڑ کر یا میرے خلاف رہ کر کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

۲۔ حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِیْ اَحَدُهُمَا اَسْوَدُ الْعَنْسِیُّ وَالْاٰخَرُ مُسَیْلِمَةُ (بخاری کتاب المغازی وفد بنی حنیفہ حدیث ابن عباس بروایت ابو ہریرہ جلد ۲ صفحہ ۲۹ مصری) یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خواب میں میں نے سونے کے جو دو کنگن دیکھے اور ان کو پھونک مار کر اُڑا دیا۔ تو اس کی تعبیر میں نے یہ کی کہ اس سے مراد دو کذاب ہیں جو میرے بعد نکلیں گے۔ پہلا اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ ہے اس حدیث میں آنحضرت صلعم نے یَخْرُجَانِ بَعْدِیْ فرمایا ہے کہ وہ دونوں کذاب میرے بعد نکلیں گے یہاں "بعد" سے مراد غیر حاضری یا "وفات" نہیں۔ بلکہ "مخالفت" ہے کیونکہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی دونوں آنحضرت صلعم ہی کی زندگی میں مدعی نبوت ہو کر آنحضرت صلعم کے بالمقابل کھڑے ہو گئے تھے چنانچہ اسی بخاری میں آنحضرت صلعم کی دوسری حدیث درج ہے۔

"فَاَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ اَنَا بَيْنَهُمَا صَاحِبُ صَنْعَاءَ وَصَاحِبُ الْيَمَامَةِ۔"

(بخاری کتاب التعبیر الرؤیا۔ باب النفخ فی المنام جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ وکتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ جلد ۲ صفحہ ۴۲ مترجم اُردو)

پس میں نے اس سے مراد لی دو[۲] کذاب جن کے میں اس وقت درمیان ہوں یعنی اسود عنسی اور مسیلمۃ الیمامی۔ پس "اَنَا بَیْنَھُمَا" صاف طور پر بتاتا ہے کہ دوسری روایت میں یَخْرُجَانِ بَعْدِیْ میں "بعدی" سے مراد میرے مدّمقابل اور میرے مخالف ہی ہے نہ کہ وفات یا غیر حاضری۔ پس لا نبی بعدی میں بھی "بعدی" سے مراد یہ ہے کہ میرے مدّمقابل اور مخالف ہو کر کوئی نبی نہیں آسکتا۔

نوٹ:۔ بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ حدیث ہذا میں "بعدی" سے مراد میرا مخالف ہونا نہیں۔ بلکہ یہاں "بعد" کا مضاف الیہ محذوف ہے یعنی مراد بَعْدَ نُبُوَّتِیْ" ہے کہ میری نبوت کے بعد۔ نیز اسی طرح سے قرآن مجید کی آیت میں "بَعْدَ اللّٰہِ" کے لفظ میں بھی "بعد" کا مضاف الیہ محذوف ہے یعنی "بَعْدَ اٰیٰتِ اللّٰہِ" مراد ہے۔

الجواب[۱]:۔ یہ محض عربی زبان سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی محولہ بالا آیت اور حدیث "لَانَبِیَّ بَعْدِیْ" ہر دو میں "بعد" کا مضاف الیہ مذکور موجود ہے چنانچہ آیت میں "بعد" کا مضاف الیہ "اللّٰہ" ہے اور حدیث میں "بعد" کا مضاف الیہ "ی" ہے آیت مذکور میں تو "بعد" کا مضاف الیہ "اٰیٰتِ اللّٰہِ" یا "کِتٰبِ اللّٰہِ" کو قرار دینا اور بھی مضحکہ خیز ہے۔ کیونکہ اس سے نہایت قبیح تکرار آیت قرآنی میں ماننا پڑتا ہے۔ جو صریحاً ناقابل قبول ہے۔ یعنی آیت یوں بن جائے گی۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ (الجاثیۃ: ۷) کہ خدا تعالیٰ کی آیات اور آیات کے بعد کونسی بات کو مانو گے یا یوں ہوگا کہ خدا تعالیٰ کی کتاب اور آیات کے بعد کونسی چیز مانو گے۔

ظاہر ہے کہ آیات اور کتاب پر ایمان لانا کوئی الگ الگ چیز نہیں اور یہ بے معنی تکرار قرآن مجید میں محض اس لیے بنایا جایا جاتا ہے کہ کہیں "بعد" کے معنی "خلاف" ثابت نہ ہو جائیں۔

جواب[۲]:۔ دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ اگر بقول شما "یخرجان بعدی" میں "بعد" کا مضاف الیہ محذوف ہے تو ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ میں "بعد" کا مضاف الیہ محذوف ہے اور وہ یہ ہے "بَعْدَ اِخْتِتَامِ زَمَانِ نُبُوَّتِیْ وَھُوَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ" یعنی میرے زمانۂ نبوت (جو قیامت تک ہے) کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یعنی جو نبی آئے گا وہ میرے زمانۂ نبوت میں یعنی میرے ماتحت ہو کر آئے گا۔ صاحب شریعت نبی نہ ہوگا کہ میرے زمانۂ نبوت کو منسوخ کر سکے۔

لَانَبِیَّ بَعْدِیْ اور علماء گذشتہ

۱۔ ہم نے "لانبی بعدی" کے جو معنے کئے ہیں۔ بزرگانِ اُمّت نے بھی مختلف زمانوں میں اس کے یہی معنی بیان کئے ہیں۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:۔

وَھٰذَا مَعْنٰی قَوْلِہٖ صلعم اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَانَبِیَّ اَیْ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ یَکُوْنُ عَلٰی شَرْعٍ یُخَالِفُ شَرْعِیْ بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ۔ (فتوحات مکیہ جلد۲ صفحہ۳ مصری مطبوعہ دارالکتب العربیہ الکبریٰ)

یہی معنی ہیں حدیث اِنَّ الرِّسَالَةَ وَ النُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ اور لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ" کے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو مبعوث ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر عمل کرتا ہو۔ ہاں اگر آنحضرت صلعم کی شریعت کے حکم کے ماتحت ہو کر آئے تو پھر نبی ہو سکتا ہے۔

۲۔ حضرت امام شعرانی اپنی کتاب الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں:۔

" قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نَبِيَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ الْمُرَادُ بِهٖ مُشَرِّعَ بَعْدِیْ۔"

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۴)

کہ آنحضرتؐ کا یہ فرمانا کہ "لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ" اس سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد صاحب شریعت کوئی نبی نہ ہوگا۔

۳۔ لغت کی کتاب تکملہ مجمع البحار الانوار میں اس کے مصنف امام محمد طاہر فرماتے ہیں:۔

" وَ هٰذَا اَيْضًا لَا يُنَافِيْ حَدِيْثَ لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ لِاَنَّهٗ اَرَادَ لَا نَبِيَّ يَنْسَخُ شَرْعَهٗ"

(تکملہ مجمع البحار الانوار صفحہ ۸۵)

کہ حضرت عائشہؓ کا قول قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ (دُرِّ منثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ و تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵) کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، یہ آنحضرت صلعم کی حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ کے مخالف نہیں ہے کیونکہ لا نبیَّ بعدی سے مراد تو آنحضرت صلعم کی یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئیگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

۴۔ نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں:۔

"حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بے اصل ہے۔ ہاں" لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ" آیا ہے جس کے معنے نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہ لاوے گا۔" (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲)

دوسری حدیث:۔ لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ (ترمذی کتاب المناقب۔ باب مناقب عمرؓ جلد ۲ صفحہ ۱۶۹ ومشکوٰۃ کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ) کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے

الجواب:۔ (۱) ترمذی اور مشکوٰۃ دونوں میں یہ حدیث موجود ہے۔ مگر دونوں میں اس کے آگے ہی لکھا ہوا ہے۔ "هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔" (ترمذی حوالہ مذکورہ بالا ومشکوٰۃ کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ اصح المطابع صفحہ ۵۵۸)۔

کہ یہ حدیث غریب ہے اور حدیث غریب جس کا ایک ہی راوی ہوتا ہے وہ قابل استناد نہیں ہوتی۔ صرف ایک گواہ کے کہنے سے کہ آنحضرت صلعم نے ایسا فرمایا تھا یہ بات ثابت نہیں ہوسکتی کہ فی الواقع آنحضرت صلعم نے ایسا ہی فرمایا تھا۔

غیر احمدی:۔ کیا غریب حدیث ضعیف یا غلط ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں صحیح ہوتی ہے۔" (محمدیہ پاکٹ بک

صفحہ ۳۱۹ بار اوّل یکم مارچ ۱۹۳۵ء)۔

جواب:۔ امام ترمذی نے اس روایت کو غریب اس لئے کہا ہے کہ اس کا صرف ایک ہی راوی مشرح بن حاعان کے طریقہ سے مروی ہے مشرح بن حاعان کے متعلق لکھا ہے:۔ قَالَ ابْنُ حَبَّانَ فِي الضُّعَفَاءِ وَيُتَابَعُ عَلَيْهَا فَالصَّوَابُ تَرْكُ مَا انْفَرَدَ بِهٖ قَالَ ابْنُ دَاؤُدَ إِنَّهٗ كَانَ فِي جَيْشِ الْحَجَّاجِ الَّذِيْنَ حَاصَرُوْا ابْنَ الزُّبَيْرِ وَرَمُوا الْكَعْبَةَ بِالْمَنْجَنِيْقِ۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۵ و میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۴۷۲ و جلد ۳ صفحہ ۱۶۲) یعنی مشرح بن حاعان کو ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے اس کی روایات کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور صحیح بات یہ ہے کہ جس روایت کا یہ اکیلا ہی راوی ہو وہ روایت درست تسلیم نہ کی جائے بلکہ ترک کر دی جائے ابن داؤد کہتے ہیں کہ یہ راوی حجاج کے اس لشکر میں شامل تھا جنہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کیا اور گھمانیوں سے کعبہ پر پتھر برسائے تھے۔

پس یہ روایت اس شخص کی ہے جس نے کعبہ پر سنگ باری کی، اور پھر وہ اس روایت میں منفرد ہے اور اس امر پر محدثین کا اتفاق ہے کہ مشرح بن ہاعان کی ایسی روایات جس میں وہ منفرد ہو۔ قابل قبول نہیں ہوتی۔ ترمذی نے یہ حدیث نقل کر کے لکھدیا ہے کہ روایات "لکان عمر" میں مشرح بن حاعان منفرد ہے لہٰذا یہ حدیث صرف "غریب" ہی نہیں بلکہ ضعیف بھی ہے۔

ب:۔ مشرح بن حاعان کے متعلق امام شوکانی لکھتے ہیں کہ وہ "متروک" ہے۔ فِيْ إِسْنَادِهٖ مَتْرُوْكَانِ هُمَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَاقِدٍ وَمِشْرَحُ بْنُ هَاعَانَ۔

(الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ مطبوعہ محمدی پریس لاہور صفحہ ۱۱۱ سطر ۱)

ج۔ چنانچہ حضرت امام سیوطی نے اپنی کتاب جامع الصغیر میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے ملاحظہ ہو جامع الصغیر مصری باب اللام جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ جہاں پر یہ روایت نقل کر کے آگے (ض) کا نشان دیا ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

اسی طرح اس حدیث کا ایک اور راوی بکر بن عمرو المعافری بھی ہے اس کے متعلق تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۴۸۶ میں لکھا ہے کہ "قَالَ اَبُوْ عَبْدِ الْحَاكِمِ يُنْظَرُ فِيْ اَمْرِهٖ۔" کہ اس روایت کو مشکوک سمجھا جاتا ہے۔

پس یہ روایت ہی ضعیف اور ناقابلِ حُجّت ہے۔

غیر احمدی:۔ حضرت مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صفحہ ۹۰ پر یہ روایت لکھی ہے۔

جواب:۔ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ کہاں تحریر فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے؟ محض کسی قول کا نقل کرنا تو اس امر کو مستلزم نہیں کہ نقل کرنیوالا اس قول کو مستند اور ثقہ بھی سمجھتا ہے۔

الجواب۲:۔ اس حدیث کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا "لَوْلَمْ اُبْعَثْ لَبُعِثْتَ يَا عُمَرُ"

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۳۹ اور برحاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی باب مناقب۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ و تعقبات سیوطی صفحہ ۲۷)

ب۔ لَوْ لَمْ اُبْعَثْ فِیْکُمْ لَبُعِثَ عُمَرُ فِیْکُمْ (کنوز الحقائق ص۱۰۳ و ص۱۵۹ جلد ۲)
یعنی اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو اے عمر! تو مبعوث ہوجاتا اور اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر تم میں مبعوث ہوجاتا چونکہ آنحضرت صلعم نبی ہوکر مبعوث ہوگئے اس لئے عمر نبی نہ بنے۔

تیسری حدیث:۔ کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُھُمُ الْاَنْبِیَآءُ کُلَّمَا ھَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ الخ
(بخاری کتاب الانبیاء۔ باب ماذکر عن بنی اسرائیل جلد ۲)

الجواب:۔ سَیَکُوْنُ خُلَفَآءُ کے الفاظ جو حدیث میں آتے ہیں صاف بتا رہے ہیں کہ اس میں آنحضرت صلعم نے اپنے بعد قریب کا زمانہ مراد لیا ہے۔ جیسا کہ لفظ "س" سے ظاہر ہے جو مستقبل قریب کے لئے آتا ہے یعنی میرے معاً بعد خلفاء ہونگے اور معاً بعد نبی کوئی نہیں ہوگا۔

۲۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں قاعدہ یہ تھا کہ ان میں ہر نبی بادشاہ بھی ہوتا تھا جب کوئی نبی مرتا تو اس کا جانشین بھی بادشاہ نبی ہوتا تھا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری اُمت میں بادشاہت اور نبوت جمع نہیں ہوگی (مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب الانذار والتحذیر) چنانچہ دیکھ لو۔ ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ، علیؓ بادشاہ (خلیفے) تو ہوئے مگر نبی نہ تھے اور جو نبی ہوا (یعنی مسیح موعود) وہ بادشاہ نہ ہُوا۔

۳۔ اس حدیث سے یہ نکالنا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم نے آنے والے مسیح موعودؑ کو مسلم کی حدیث میں "نبی اللہ" کر کے پکارا ہے (دیکھو مشکوٰۃ ص۴۶۱ مجتبائی و مشکوٰۃ اصح المطابع ص۴۷۳ و مسلم جلد ۲ ص۲۴۱ ص۲۴۲ کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب ذکر الدجال و نزول مسیح)

۴۔ یہ حدیث صرف آنحضرتؐ اور مسیح موعودؑ کے درمیانی زمانہ کے لئے ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے "لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ یَعْنِیْ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ نَبِیٌّ وَ اِنَّهٗ نَازِلٌ"۔
(ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال جلد ۲ ص۲۳۸)

کہ اُس نازل ہونے والے اور میرے درمیان کوئی نبی نہ ہوگا۔ بخاری میں بھی لَیْسَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهٗ نَبِیٌّ کے الفاظ آتے ہیں۔ (بخاری جلد ۲ ص۱۵۰ مصری کتاب بدء الخلق باب ذکر مریم پارہ ص۱۳)

چوتھی حدیث:۔ "ثَلَاثُوْنَ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ"۔
(بخاری کتاب المناقب والفتن۔ مسلم کتاب الفتن)

الجواب:۔ "تیس" کی تعیین بتاتی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی سچے نبی بھی آنے والے تھے ورنہ آنحضرت صلعم فرماتے کہ جو بھی آئیں گے جھوٹے ہی آئیں گے۔

۲۔ یہ حدیث بخاری۔ ترمذی اور ابوداؤد میں ہے اور جہاں تک اس حدیث کے راویوں کا تعلق ہے یہ حدیث قابل استناد نہیں۔ کیونکہ بخاری نے اسے ابوالیمان سے بطریق شعیب و ابوالزناد نقل کیا ہے ابوالزناد کے متعلق ربیعہ کا قول ہے کہ "لَیْسَ بِثِقَةٍ وَلَا رَضِیٌّ" (میزان الاعتدال مطبوعہ حیدرآباد جلد ۲ ص۳۳) کہ یہ راوی نہ ثقہ ہے اور نہ پسندیدہ۔ ابوالیمان راوی نے یہ روایت شعیب سے لی ہے مگر لکھا ہے لَمْ یَسْمَعْ اَبُوالْیَمَانِ مِنْ شُعَیْبٍ (میزان الاعتدال جلد ا ص۲۷۰ مطبوعہ حیدرآباد)

کہ ابو الیمان نے شعیب سے ایک حدیث بھی نہیں سُنی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ پس یہ روایت قابلِ استناد نہ رہی۔

۳۔ تیس دجالوں والی حدیث کو ترمذی نے جس طریقہ سے نقل کیا ہے اس کی اسناد میں ابو قلابہ اور ثوبان دو راوی ناقابلِ اعتبار ہیں۔ ابو قلابہ کے متعلق تو لکھا ہے کہ "لَیْسَ اَبُوْ قِلَابَۃَ مِنْ فُقَھَاءِ التَّابِعِیْنَ وَھُوَ عِنْدَ النَّاسِ مَعْدُوْدٌ فِی الْبُلْہِ۔ (تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۲۲۶)

"اِنَّہٗ مُدَلِّسٌ عَمَّنْ لَحِقَھُمْ وَعَمَّنْ لَمْ یَلْحَقْھُمْ" (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۳۹ مطبوعہ حیدر آباد)

کہ ابو قلابہ فقہاء میں سے نہ تھا۔ بلکہ وہ لوگوں کے نزدیک ابلہ مشہور تھا۔ اور جو اسے ملا اس کے بارے میں اور جو اس سے نہیں ملا۔ اس کے بارے میں بھی وہ تدلیس کیا کرتا تھا۔ اسی طرح ثوبان کے متعلق ازدی کا قول ہے کہ یَتَکَلَّمُوْنَ فِیْہِ (میزان الاعتدال حیدر آباد جلد ۱ صفحہ ۱۷۲) کہ اس راوی کی صحت میں کلام ہے۔

ترمذی کے دوسرے طریقہ میں عبد الرزاق بن ہمام اور معمر بن راشد دو راوی ضعیف ہیں۔ عبد الرزاق بن ہمام تو شیعہ تھا۔ قَالَ النَّسَائِیُّ فِیْہِ نَظَرٌ۔۔۔۔ اِنَّہٗ کَذَّابٌ وَالْوَاقِدِیُّ اَصْدَقُ مِنْہُ قَالَ الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِیُّ۔۔۔۔۔ کَانَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ کَذَّابًا یَسْرِقُ الْحَدِیْثَ (تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۳۱۴) کہ نسائی کے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں۔ اور عباس عنبری کہتے ہیں کہ وہ کذاب تھا اور واقدی سے بھی زیادہ جھوٹا تھا۔ یہ شخص کذاب تھا اور حدیثیں چرایا کرتا تھا۔

یہ روایت عبد الرحمٰن بن ہمام نے معمر سے لی ہے اور میزان میں لکھا ہے کہ قَالَ الدَّارَقُطْنِیُّ یُخْطِئُ عَلٰی مَعْمَرٍ فِیْ اَحَادِیْثَ۔۔۔۔ قَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ اَخَافُ اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (میزان الاعتدال مطبع حیدر آباد جلد ۲ صفحہ ۱۲۶) کہ یہ ان روایات میں غلطی کرتا تھا جو یہ معمر سے لیتا بیان کرتا تھا ابن عیینہ کہتے ہیں کہ مجھے خوف ہے کہ یہ راوی قرآن مجید کی اس آیت کا مصداق تھا۔ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ (الکہف: ۱۰۵)

اسی طرح معمر بن راشدؒ کے متعلق یحییٰ ابن معین کہتے ہیں کہ "ضعیف" تھا (میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۱۸۸ مطبوعہ حیدر آباد) اور ابن سعد کہتے ہیں کہ شیعہ تھا اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ بصرہ میں اس نے جو روایات بیان کی ہیں ان میں غلط روایات بھی ہیں۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۴)

۴۔ ابو داؤد کے راویوں میں ابو قلابہ اور ثوبان بھی ہیں۔ جن کے متعلق ضمن ب مندرجہ بالا میں بحث ہو چکی ہے۔ ان کے علاوہ سلیمان بن حرب اور محمدؐ بن عیسیٰ بھی ضعیف ہیں۔ سلیمان بن حرب کے متعلق خود ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ راوی ایک حدیث کو پہلے ایک طرح بیان کرتا تھا، لیکن جب کبھی دوسری دفعہ اسی حدیث کو بیان کرتا تھا۔ تو پہلی سے مختلف ہوتی تھی اور خطیب کہتے ہیں کہ یہ شخص روایت کے الفاظ میں تبدیلی کر دیا کرتا تھا (تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۱۸۰) محمد بن عیسیٰ کے متعلق تو ابو داؤد کہتے ہیں۔ کَانَ رُبَمَا یُدَلِّسُ (تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۳۹۳) کہ کبھی کبھی تدلیس کر لیتا تھا۔ ابو داؤد کے

دوسرے طریق میں عبدالعزیز بن محمد اور العلاء بن عبدالرحمٰن ضعیف ہیں۔ عبدالعزیز بن محمد کو امام احمد بن حنبلؒ نے خطاکار۔ ابوزرعہ نے "سَیِّئُ الْحِفْظِ" اور نسائی نے کہا ہے کہ "لَیْسَ بِالْقَوِیِّ" (یعنی قوی نہیں) ابن سعد کے نزدیک "کثیر الغلط" اور ساجی کے نزدیک "وہمی تھا" (تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۳۵۴) اسی طرح ابوداؤد کا دوسرا راوی العلاء بن عبدالرحمٰن بھی ضعیف ہے کیونکہ ان کے متعلق ابن معین کہتے ہیں۔

"هٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعَةِ لَيْسَ حَدِيْثُهُمْ حُجَّةً" (۱) سہل بن ابی صالح (۲) والعلاء بن عبدالرحمٰن (۳) و عاصم بن عبیداللہ (۴) ابن عقیل۔ (تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۱۴)

پس جہاں تک راویوں کا تعلق ہے یہ روایت قابل استناد نہیں۔

۵ - اگر صحیح تسلیم کر لی جائے تو یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلم کی شرح "اکمال الاکمال" میں لکھا ہے۔ هٰذَا الْحَدِيْثُ ظَهَرَ صِدْقُهٗ فَاِنَّهٗ لَوْعُدَّ مَنْ تَنَبَّأَ مِنْ زَمَنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْاٰنَ لَبَلَغَ هٰذَا الْعَدَدَ وَيَعْرِفُ ذٰلِكَ مَنْ يُّطَالِعُ التَّارِيْخَ (اکمال الاکمال جلد ۷ صفحہ ۲۵۸ مصری) کہ تیس دجال آ چکے ہیں .... اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کے تمام نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنیوالوں کو گنا جائے تو یہ تعداد پوری ہو چکی ہے اور اس بات کو وہ شخص جو تاریخ کا مطالعہ کرے جان لے گا۔

اس کتاب کے لکھنے والا ۸۲۸ھ میں فوت ہوا۔ گویا چار سو سال گزرے کہ تیس ۳۰ دجال آ چکے ہیں مگر مولوی اب تک تیس ۳۰ کے عدد کو طویل کئے جا رہے ہیں۔

۶ - نواب صدیق حسن خانصاحب آف بھوپال حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے قبل اپنی کتاب حجج الکرامہ میں تحریر فرماتے ہیں: کہ دجالوں کی تعداد پوری ہو چکی ہے چنانچہ ان کی اصل عبارت فارسی حسب ذیل ہے:۔

"بالجملہ آنچہ آنحضرت صلعم اخبار بوجود دجالین کذابین دریں اُمت فرمودہ بود، واقع شد" (حجج الکرامہ صفحہ ۲۳۹) کہ آنحضرت صلعم نے جو اس اُمت میں دجالوں کی آمد کی خبر دی تھی وہ پوری ہو کر تعداد مکمل ہو چکی ہے۔

غرضیکہ خواہ ۲۷ دجالوں کی آمد کی پیشگوئی ہو۔ خواہ تیس ۳۰ کی بہرحال وہ تعداد پوری ہو چکی ہے۔

غیر احمدی:۔ حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ قیامت تک یا دُنیا کے اخیر تک یہ دجال آئیں گے۔" (انجام آتھم صفحہ ۴۶ و ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۹ چھوٹی تختی اول ایڈیشن و ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۵ بڑا سائز)

تم اس تعداد کا اب ہی پورا ہونا بتاتے ہو؟

الجواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک قیامت سے پہلے ہی ان دجالوں نے آنا تھا اور اکمال الاکمال اور حجج الکرامہ کے حوالوں میں بھی یہی درج ہے۔ ان میں سے ایک بھی ایسا دجال نہیں جو قیامت کے بعد ہوا ہو۔ مثلاً ہم کہیں کہ "زید مرنے سے پہلے دو بیویاں کریگا" اب اگر زید تیس سال کی عمر میں دوٗ بیویاں کرلے تو تمہارے جیسا کوئی عقلمند فوراً کہہ دیگا کہ چونکہ ابھی تک زید مرا نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ

اس نے دو بیویاں نہیں کیں ؎

نہ سمجھا تھک گئے ہم اس بُت خود سر کو سمجھاتے
سمجھ جاتا اگر اتنا کسی پتھر کو سمجھاتے

پانچویں حدیث :- سَبْعُوْنَ دَجَّالُوْنَ (فتح الباری شرح بخاری جزو ۲۹ صفحہ ۵۹۴ مطبوعہ دہلی از حافظ ابن حجرؒ ، طبرانی میں بروایت عبداللہ عمر ذکر ہے۔ حجج الکرامہ صفحہ ۲۳۳) ستر دجال آئیں گے۔

الجواب ۱ - یہ حدیث ضعیف ہے (حجج الکرامہ صفحہ ۲۳۳) حافظ ابن حجر گفتہ سند ایں ہر دو حدیث ضعیف است۔

۲ - اس حدیث میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ وہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے بلکہ یہ مذکور ہے کہ وہ جھوٹی حدیثیں بنائیں گے۔ پس یہ صرف واقدی جیسے وضاعوں کے متعلق ہے نیز ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے اتنا بڑا طومار جھوٹی حدیثوں کو کھڑا کر رکھا ہے۔ پس مولویوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیئے۔

چھٹی حدیث :- مَثَلِیْ وَ مَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ کَقَصْرٍ۔

(بخاری ، مسلم ، مشکوٰۃ ، فضائل سید المرسلین - قصر نبوت والی حدیث)۔

الجواب الاوّل :- یہ روایت قابل استناد نہیں۔ کیونکہ بلحاظ روایت ضعیف ہے یہ دو طریقوں سے مروی ہے پہلے طریق میں زہیر بن محمد تمیمی ضعیف ہے اس کے متعلق لکھا ہے :-

" قَالَ مَعَاوِیَةُ عَنْ یَحْیٰی ضَعِیْفٌ وَ ذَکَرَهُ اَبُوْ زُرْعَةَ فِیْ اَسَامِیْ الضُّعَفَاءِ قَالَ عُثْمَانُ الدَّارِمِیُّ لَهٗ اَغَالِیْطُ کَثِیْرَةٌ وَقَالَ النِّسَائِیُّ ضَعِیْفٌ وَ فِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ وَ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ " (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۴۹)

کہ یحیٰی کے نزدیک اور ابو زرعہ کے نزدیک ضعیف ہے۔ عثمان الدارمی کہتے ہیں کہ اس کی غلط روایات کثرت سے ہیں۔ نسائی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

اس حدیث کے دوسرے طریق میں عبداللہ بن دینار مولیٰ عمر اور اور ابو صالح الخوزی ضعیف ہیں۔ عبداللہ بن دینار کی روایت کو عقیلی نے مخدوش قرار دیا ہے (تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۲۰۳) اور ابو صالح الخوزی کو ابن معین قرار دیتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۱ و میزان الاعتدال مطبع حیدر آباد جلد ۳ صفحہ ۳۶۵)

الجواب الثانی :- باوجود اس امر کے کہ اس روایت کے راوی ضعیف ہیں۔ اگر بفرض بحث اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی تمہارا بیان کردہ مفہوم غلط ہے۔ بلکہ تم حدیث کا جو مطلب لیتے ہو۔ اگر وہ مطلب لیا جائے تو اس میں آنحضرت صلعم کی ہتک ہے کیونکہ تمہاری تشریح کے مطابق ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی اور آنحضرت صلعم نے آ کر ایک اینٹ کی جگہ پُر کر دی گویا اگر آنحضرت صلعم تشریف نہ لاتے تو نبوت کے محل میں ایک موری یا سوراخ باقی رہ جاتا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو خدا نے فرمایا۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (نزہۃ النظر فی شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۱۳ حاشیہ از محمد عبداللہ ٹونکی

(موضوعات کبیر صفحہ ۵۹، ۱۰۱) کہ اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں تمام جہان کو پیدا نہ کرتا۔

پس اس حدیث سے وہ مفہوم مراد نہیں ہے جو مولوی بیان کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس حدیث میں شریعت کے محل کا ذکر ہے جس کو نبی تعمیر کرتے ہیں پہلے انبیاءؑ اپنے اپنے وقت میں ضرورت کے مطابق احکام شریعت لاتے رہے اور اس محل کی تکمیل کا سامان جمع ہوتا رہا۔ چونکہ عقلِ انسانی ارتقاء کے بلند ترین مقام پر ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔ اس لیے وہ شریعتیں ناقص تھیں اور ان میں کمی باقی تھی۔ آنحضرت صلعم تشریف لائے تو اس وقت تکمیل عقلِ انسانی ہو چکی تھی اور احکام شریعت کو سمجھنے کی اہلیت پیدا ہو چکی تھی۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آپؐ نے آکر پہلی شریعتوں کو بھی قرآن میں شامل کر لیا اور جو کمی باقی تھی۔ اس کو بھی پورا کر کے شریعت کے محل کو پورا کر دیا۔ قرآن مجید میں ہے فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینۃ: ۴) گویا اس میں سب پہلی شریعتیں بھی شامل ہیں عقلِ انسانی کی وہ ترقی جو عیسےٰ علیہ السلام سے لیکر آنحضرت صلعم تک کے زمانہ میں ہوئی۔ اس کو آنحضرت صلعم نے "اینٹ کی جگہ" (موضع لبنۃ) قرار دیا ہے۔

الجواب الثالث۔ اس حدیث میں اَلْاَنْبِيَآءُ مِنْ قَبْلِیْ کا فقرہ بتاتا ہے کہ اس میں آنحضرتؐ نے صرف پہلے انبیاء ہی کا ذکر کیا ہے۔ بعد میں آنے والے انبیاء کا ذکر مقصود نہیں۔

الجواب الرابع ۔ اب جبکہ عیسےٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ تو وہ اینٹ کہاں لگے گی؟ جہاں سے ان کے لیے گنجائش نکالو گے۔ وہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے بھی گنجائش ہو گی۔ اگر کہو کہ عیسےٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں تو گویا معلوم ہوا کہ ابھی عیسیٰ علیہ السلام والی اینٹ نہیں لگی۔ پھر آنحضرت صلعم کو فرمانا چاہیئے تھا کہ دو اینٹوں کی جگہ باقی ہے۔ ایک میں اور ایک عیسیٰ بن مریم پس وفاتِ مسیح ثابت ہے۔

ساتویں حدیث :۔ اَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ۔ (ترمذی جلد ۲ باب فضائل النبی صلعم)

جواب ۱ :۔ یہ روایت قابلِ حجت نہیں۔ کیونکہ اس کا ایک راوی سفیان بن عُیَیْنہ ہے جس نے یہ روایت زُہری سے لی ہے۔ سفیان بن عُیینہ کے متعلق لکھا ہے كَانَ يُدَلِّسُ قَالَ اَحْمَدُ يُخْطِئُ فِیْ نَحْوٍ مِنْ عِشْرِيْنَ حَدِيْثًا عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْقَطَّانِ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ السُّفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ اخْتَلَطَ سَنَةَ سَبْعٍ وَّتِسْعِيْنَ وَمِائَةٍ فَمَنْ سَمِعَ مِنْهُ فِيْهَا فَسَمَاعُهٗ لَا شَيْئَ۔ (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۳۹۷ حیدرآباد) یعنی یہ راوی تدلیس کیا کرتا امام احمدؒ کہتے ہیں کہ زہری سے بیسیوں روایات میں اس نے غلطی کی ہے (یہ عاقب والی روایت بھی اس نے زہری ہی سے لی ہے) یحیٰی بن سعید کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ سفیان بن عُیینہ کی ۱۹۷ھ میں عقل ماری گئی تھی۔ پس جس نے اس کے بعد اس سے روایت لی ہے وہ بے حقیقت ہے اس روایت کے دوسرے راوی زہری کے متعلق بھی لکھا ہے کہ "كَانَ يُدَلِّسُ فِی النَّادِرِ" (میزان الاعتدال مطبوعہ حیدرآباد جلد ۲ صفحہ ۱۳۶ و انوار محمدیؐ جلد ۲ صفحہ ۴۳۳) کہ یہ راوی کبھی کبھی تدلیس بھی کر لیا کرتا تھا پس اس روایت میں بھی اسی راوی نے ازراہ تدلیس وَ الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ کے الفاظ بڑھا دیئے کیونکہ شمائل ترمذی شریف

مجتبائی میں جہاں یہ حدیث ہے وہاں وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ" کے الفاظ کے اوپر بین السطور لکھا ہے "هٰذَا قَوْلُ الزُّهْرِیِّ" کہ یہ آنحضرت صلعم کا قول نہیں بلکہ علامہ زہری کا اپنا قول ہے۔
(شمائل ترمذی مجتبائی مطبوعہ ۱۳۴۲ھ صفحہ ۲۶)

۲۔ "عاقب" عربی لفظ ہے اور صحابہ جن کے سامنے آنحضرت صلعم کلام فرما رہے تھے وہ بھی عرب تھے پھر آنحضرت صلعم کو ترجمہ کرنے کی کیا ضرورت تھی یہ ترجمہ ہی صاف بتلا رہا ہے کہ یہ ترجمہ کسی ایسے آدمی نے کیا ہے جو اس حدیث کو ان لوگوں کے سامنے بیان کر رہا تھا جو عرب نہ تھے۔

۳۔ چنانچہ حضرت ملا قاری نے صاف طور پر فرمادیا ہے۔ "اَلظَّاهِرُ اَنَّ هٰذَا التَّفْسِیْرُ لِلصَّحَابِیِّ اَوْ مَنْ بَعْدَہٗ فِیْ شَرْحِ مُسْلِمٍ قَالَ ابْنُ الْاَعْرَابِیِّ اَلْعَاقِبُ الَّذِیْ یَخْلُفُ فِی الْخَیْرِ مَنْ کَانَ قَبْلَہٗ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۳۷۶ و برحاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی باب اسماء النبیؐ) کہ صاف ظاہر ہے کہ اَلْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ کسی صحابی یا بعد میں آنے والے شخص نے بطور تشریح بڑھا دیا ہے اور ابن اعرابی نے کہا ہے کہ "عاقب" وہ ہوتا ہے جو کسی اچھی بات میں اپنے سے پہلے کا قائم مقام ہو۔

<u>ضروری نوٹ</u>:۔ غیر احمدی "عُلَمَاءُ هُمْ" نے ہمارے اس زبردست جواب کی تاب نہ لاکر ترمذی کے نئے ایڈیشن میں اس حدیث کے الفاظ میں یہودیانہ مماثلت کو پورا کرنے کے لیے تحریف کر دی ہے چنانچہ ترمذی مجتبائی جو ۱۳۶۶ھ یا اس سے قبل چھپی ہوئی ہے اس میں وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ کے الفاظ ہیں۔ (یعنی عاقب وہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو) مگر بعد کی اسی مطبع کی چھپی ہوئی ترمذی میں الفاظ یوں ہیں اَلْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ (کہ عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔

گویا بَعْدَہٗ "غائب کے صیغے".... کو بدل کر بَعْدِیْ متکلم کا صیغہ بنا دیا ہے تاکہ متکلم کے صیغے سے یہ ثابت ہو سکے کہ یہ الفاظ بھی آنحضرتؐ ہی کے ہیں۔ کسی دوسرے شخص کے نہیں۔ مگر خدا کے فضل سے ان کی چوری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادموں نے پکڑ لی۔

<u>آٹھویں حدیث</u>:۔ "اِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ"۔
(ابن ماجہ کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ ابن مریم۔ وکتاب الزہد باب صفت امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

جواب ۱:۔ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ ابن ماجہ نے جن راویوں سے اسے نقل کیا ہے ان میں سے عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی اور اسمٰعیل بن رافع (ابو رافع) ضعیف ہیں۔ عبدالرحمٰن بن محمد کے متعلق لکھا ہے۔ قَالَ ابْنُ مَعِیْنٍ یَرْوِی الْمَنَاکِیْرَ عَنِ الْمَجْهُوْلِیْنَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ الْمُحَارِبِیَّ کَانَ یُدَلِّسُ..... قَالَ ابْنُ سَعْدٍ کَانَ کَثِیْرُ الْغَلَطِ۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ و تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۲۶۶)
کہ ابن معین کہتے ہیں کہ یہ راوی مجہول راویوں سے ناقابل قبول روایات بیان کیا کرتا تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ یہ راوی تدلیس کیا کرتا تھا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ راوی بہت غلط روایات کیا کرتا تھا۔ اس کا

دوسرا راوی ابورافع اسمٰعیل بن رافع بھی ضعیف ہے کیونکہ لکھا ہے۔ ضَعَّفَهٗ اَحْمَدُ وَيَحْيٰى وَ جَمَاعَةٌ قَالَ الدَّارُقُطْنِيُّ مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ اَحَادِيْثُهٗ كُلُّهَا فِيْهِ نَظَرٌ۔ (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۱۰۵ حیدرآبادی)

یعنی امام احمد یحییٰ اور ایک جماعتِ محدثین نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے دارقطنی اسے متروک الحدیث کہتے ہیں اور ابن عدی کے نزدیک اس کی تمام کی تمام روایات مشکوک ہیں۔ اسی طرح اسے نسائی نے متروک الحدیث قرار دیا ہے اور ابن معین ترمذی اور ابن سعد کے نزدیک بھی ضعیف ہے۔
(تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۲۹۴) پس یہ روایت بھی جعلی ہے۔

جواب نمبر ۲: حدیث کے الفاظ ہی بتا رہے ہیں کہ اس میں صرف ان انبیاء کا ختم ہونا مذکور ہے جو آگے نئی اُمت بناتے ہیں اور جو نئی شریعت لے کر آئیں اور آنحضرت صلعم کی اقتداء اور متابعت سے باہر ہو کر دعویٰ نبوت کریں۔

جواب نمبر ۳: اس حدیث کی تشریح مسلم کی دوسری حدیث کرتی ہے:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ اٰخِرُ الْاَنْبِيَآءِ وَاِنَّ مَسْجِدِيْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ (مسلم ۴۴۶ باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد المدینۃ ومکۃ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۵۶) کہ رسولِ کریم صلعم نے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔ کیا آنحضرت صلعم کی مسجد کے بعد اور کوئی مسجد نہیں بنی؟ بلکہ جتنی مسجدیں دنیا میں موجود ہیں سب آنحضرت صلعم کی مسجد کے بعد ہی تعمیر ہوئی ہیں کیا ان کی تعمیر ناجائز ہوئی ہے؟ نہیں بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اب میری مسجد کے بعد کوئی ایسی مسجد نہیں بن سکتی۔ جو اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے نہ بنائی گئی ہو جو میری مسجد کا مقصد ہے یا جس میں وہ نماز نہ پڑھی جاتے جو میری مسجد میں پڑھی جاتی ہے یا جس کا قبلہ اور ہو غرضیکہ مغائرت اور مخالفت کے معنوں میں یہاں اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ آیا پس یہی آخر الانبیاء کا مطلب ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو نئی شریعت لاتے یا میری شریعت کے خلاف ہو یا میری اتباع اور متابعت سے باہر ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے۔

مگر ہماری بحث غیر تشریعی اُمتی نبوت میں ہے۔

"لفظ" آخر کی مثالیں

عربی نمبر ۱:۔ شَرٰى وُدِّيْ وَشُكْرِيْ مِنْ بَعِيْدٍ
لِاٰخِرِ غَالِبٍ اَبَدًا رَبِيْعٌ

("دیوان الحماسہ" لابی تمام حبیب بن اوس الطائی باب الحماسہ وقال قیس بن زہیر صفحہ ۱۲۵ مترجم اُردو)

اس شعر کا ترجمہ مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی جو حماسہ کے شارح ہیں یوں کرتے ہیں۔ ربیع ابن زیاد نے میری دوستی اور شکر دُور بیٹھے ایسے شخص کے لئے جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کیلئے

عدیم المثل ہے خرید لیا ہے گویا "آخر" کا ترجمہ ہمیشہ کے لیے عدیم المثل ہوا پس انہی معنوں میں آنحضرت صلعم بھی آخر الانبیاء یعنی ہمیشہ کے لیے عدیم النظیر ہیں۔

۷۔ امام جلال الدین سیوطی نے امام ابن تیمیہ کے متعلق لکھا ہے۔
سَیِّدُنَا الْاِمَامُ الْعَالِمُ الْعَلَّامَۃُ۔ اِمَامُ الْاَئِمَّۃِ قُدْوَۃُ الْاُمَّۃِ عَلَّامَۃُ الْعُلَمَاءِ وَارِثُ الْاَنْبِیَآءِ اٰخِرُ الْمُجْتَہِدِیْنَ۔
(الاشباہ والنظائر جلد ۳ صفحہ ۳۱۰ مطبوعہ حیدرآباد و محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۳۸۷ ایڈیشن یکم مارچ ۱۹۳۵ء)
گویا امام ابن تیمیہ آخر المجتہدین تھے۔ کیا ان کے بعد کوئی مجتہد نہیں ہوا؟

اردو:۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال اپنے استاد داغ کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہتے ہیں ؎
چل بسا داغ آہ میت اس کی زیب دوش ہے آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے
گویا داغ دلی کا آخری شاعر تھا۔ اسی مرثیہ میں آگے چل کر ڈاکٹر صاحب موصوف کہتے ہیں ؎
چل دیئے ساقی جو تھے مے خانہ خالی رہ گیا یادگار بزم دلی ایک حالی رہ گیا
(بانگ درا صفحہ ۵۵)
گویا داغ کے بعد حالی بزم دلی کی یادگار رہیں۔ نیز داغ کے بعد بھی دلی میں سینکڑوں شاعر ہوتے ہیں جلیل وغیرہ ان میں سے ممتاز ہیں۔

نویں حدیث:۔ اَنَا الْمُقَفّٰی (صحیح مسلم جلد ۲ باب فی اسماء النبی صلعم) مقفیٰ کے معنی ہیں آخری نبی۔
الجواب:۔ آنحضرت صلعم بے شک مقفیٰ ہیں مگر مقفیٰ کا ترجمہ آخری نبی جو غیر احمدی علماء کرتے ہیں وہ قطعاً غلط ہے علامہ ابن الانباری فرماتے ہیں۔ مَعْنَاہُ الْمُتَّبِعُ لِلنَّبِیِّیْنَ (اکمال الاکمال شرح مسلم جلد ۶ صفحہ ۱۴۳) کہ مقفیٰ کے معنے ہیں کہ وہ جس کی انبیاء اتباع کریں گویا یہ نام بذات خود اس امر کا مقتضی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد انبیاء آویں جو آپ کی پیروی اور اتباع کریں اس کو انقطاع نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کرنا نادانی ہے۔

دسویں حدیث:۔ یعفور نامی گدھے کا عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہ آئیگا۔ چنانچہ ابن حبان اور ابن عساکر نے اس کو روایت کیا ہے کہ اس نے کہا لَا مِنَ الْاَنْبِیَآءِ غَیْرُکَ کہ اے آنحضرت صلعم اب آپ کے سوا کوئی نبیوں میں سے باقی نہیں ہے
(دیکھو رسالہ حجۃ اللہ للعلمین صفحہ ۲۶ بحوالہ رسالہ ختم نبوت مصنفہ عبد النبی الخبیر مولوی محمد بشیر کوٹلی لوہاراں صفحہ ۲۶ و ۲۷)۔
الجواب:۔ اس روایت کا جواب یہی ہے کہ اس کا کوئی جواب نہیں فی الواقع گدھے کا یہی خیال ہے کہ نبوت بند ہوگئی، لیکن تمہارا بیان کردہ گدھا تو ساتھ ہی ساتھ وفات مسیح کا بھی اعلان کر رہا ہے کیونکہ کہتا ہے کہ میری خواہش تھی کہ مجھ پر کوئی نبی سواری کرے۔ اب آپ کے سوا کوئی نبی نہیں رہ گیا اور میری نسل میں سے میرے سوا کوئی گدھا باقی نہیں اگر تمہارے نزدیک گدھے کا یہی مذہب درست ہے تو وفات مسیح کا بھی اقرار کرو۔ تمہاری اس مضحکہ خیز روایت کے پیش نظر وہ کون سے گدھے پر سواری کریں گے؟

تحقیقی جواب :- یہ روایت محض بے اصل اور بے سند ہے اور اس روایت کو پیش کرنا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حد درجہ گستاخی کے مترادف ہے۔

گیارہویں حدیث :- حدیث میں ہے :- اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ :- (ترمذی مسند احمد عن انس - فتوحات مکیہ جلد ۲ ص۳)

جواب ۱ :- یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کے چار راوی حسن[۱] بن محمد الزعفرانی ابو العلی بغدادی عفان[۲] بن مسلم البصری - عبد الواحد[۳] بن زیاد اور المختار[۴] بن فلفل المخذومی ضعیف ہیں۔ گویا سوائے حضرت انس[۵] کے شروع سے لیکر آخر تک تمام سلسلۂ اسناد ضعیف راویوں پر مشتمل ہے حسن بن الزعفرانی کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں :- ضَعَّفَهُ ابْنُ قَانِعٍ وَقَالَ الدَّارُقُطْنِیْ قَدْ تَكَلَّمُوْا فِیْهِ (میزان الاعتدال جلد ۱ ص۲۳۱ مطبوعہ حیدر آباد و مطبوعہ انوار محمدی جلد ۱ ص۲۱۲) یعنی ابن قانع کہتے ہیں کہ ضعیف تھا۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک اس راوی کی صحت کے بارے میں کلام ہے ابن عدی کہتے ہیں کہ اس راوی نے ایسی احادیث کی روایات کی ہیں جن کا میں نے انکار کیا۔

اسی طرح دوسرے راوی عفان بن مسلم البصری کے متعلق ابو خیثمہ کہتے ہیں :- اَنْكَرْنَا عَفَّانَ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص۲۰۳ حیدر آبادی) کہ ہم اس راوی کو قابل قبول نہیں سمجھتے۔ تیسرے راوی عبد الواحد بن زیاد کے متعلق لکھا ہے :- فَقَالَ یَحْیٰی لَیْسَ بِشَیْءٍ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص۱۵۵ مطبع حیدر آباد) کہ یحیٰی کہتے ہیں یہ راوی کسی کام کا نہیں ہے۔

اسی طرح چوتھے راوی مختار بن فلفل کے متعلق لکھا ہے کہ یُخْطِیُٔ كَثِیْرًا تَكَلَّمَ فِیْهِ سُلَیْمَانِیْ نَعُدُّهٗ فِیْ رِوَایَةِ الْمَنَاكِیْرِ عَنْ اَنَسٍ (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص۶۹) کہ یہ راوی روایت میں اکثر غلطی کرتا تھا۔ سلیمانی نے کہا ہے کہ یہ راوی انس سے ناقابل قبول روایات بیان کرنے والوں میں سے ہے چنانچہ روایت زیر بحث بھی اس راوی نے انس سے ہی روایت کی ہے لہذا محدثین کے نزدیک قابل انکار ہے اور حجت نہیں۔

۲۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں :- اِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِیْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلعم اِنَّمَا هِیَ النُّبُوَّةُ التَّشْرِیْعُ لَا مُقَامُهَا فَلَا شَرْعَ یَكُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِهٖ صلعم وَلَا یَزِیْدُ فِیْ شَرْعِهٖ حُكْمًا اٰخَرَ وَهٰذَا مَعْنٰی قَوْلِهٖ صلعم اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ اَیْ لَا نَبِیَّ یَكُوْنُ عَلٰی شَرْعٍ یُخَالِفُ شَرْعِیْ بَلْ اِذَا كَانَ یَكُوْنُ تَحْتَ حُكْمِ شَرِیْعَتِیْ (فتوحات مکیہ جلد ۲ ص۳) کہ وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی ہے وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرنے والی کوئی شریعت نہیں آسکتی نہ اس میں کوئی حکم کم کرسکتی ہے نہ زیادہ۔ یہی معنی ہیں آنحضرت صلعم کے اس قول کے کہ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کے خلاف کسی اور شریعت

پر ہو۔ ہاں اس صورت میں نبی آسکتا ہے کہ وہ میری شریعت کے ماتحت آئے (مفصل دیکھو دلائل امکانِ نبوت از اقوال بزرگان ص۳۲)

بارہویں حدیث:۔ لَا نُبُوَّۃَ بَعْدِیْ

(مسلم و فی ذکر غزوۂ تبوک حدیث بروایت سعد بن ابی وقاص و ترمذی کتاب فضائل صحابہ)۔

جواب (۱) یہ روایت بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کے چار راویوں میں تین ضعیف ہیں۔ قتیبہ۔ حاتم بن اسمٰعیل المدنی۔ بکیر بن مسمار الزہری۔ قتیبہ کے متعلق لکھا ہے۔ قَالَ الْخَطِیْبُ هُوَ مُنْکَرٌ جِدًّا (تہذیب التہذیب جلد ۸ ص۳۶۱) کہ خطیب کہتے ہیں کہ وہ سخت ناقابل قبول راوی ہے۔ حاتم بن اسمٰعیل راوی کے متعلق نسائی کہتے ہیں کہ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ" (تہذیب التہذیب جلد ص۱۲۹) کہ یہ راوی ثقہ نہیں تھا چوتھے راوی بکیر بن مسمار الزہری کے متعلق لکھا ہے۔ قَالَ الْبُخَارِیُّ فِیْهِ نَظَرٌ (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص۴۹۵ و میزان الاعتدال جلد ۱ ص۱۶۳) امام بخاری کہتے ہیں کہ اس راوی کے ثقہ ہونے میں کلام کیا جاتا ہے لہٰذا یہ روایت بھی حجت نہیں ہے۔

(ب) لَا نُبُوَّۃَ بَعْدِیْ کے الفاظ ایک اور روایت میں بھی آتے ہیں جس کو ابو نعیم نے حضرت معاذؓ سے روایت کیا ہے۔ لیکن امام شوکانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت "موضوع" ہے رَوَاهُ اَبُوْ نُعَیْمٍ عَنْ مُعَاذٍ مَرْفُوْعًا وَهُوَ مَوْضُوْعٌ اٰفَتُهٗ بِشْرُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الْاَنْصَارِیُّ" (الفوائد المجموعۃ فی احادیث الموضوعۃ مطبوعہ محمدی پریس ص۱۱۶) کہ اس کا راوی بشر بن ابراہیم وضاع ہے اور یہ روایت جعلی ہے۔

تیرھویں حدیث:۔ "کُنْتُ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِی الْبَعْثِ"

(موضوعات کبیر ص۱۹ و در منثور جزء ۵ ص۱۸۴)

جواب :۔ یہ روایت بھی موضوع ہے لکھا ہے:۔ قَالَ الصَّغَانِیُّ هُوَ مَوْضُوْعٌ وَ کَذَا قَالَ ابْنُ تَیْمِیَّةَ (الفوائد المجموعۃ فی احادیث الموضوعۃ ص۱۰۸) کہ صغانی اور امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔

چودھویں حدیث:۔ "لَا یَبْعَثُ بَعْدِیْ نَبِیًّا" (الفوائد المجموعۃ ص۱۵۲) کہ اللہ تعالیٰ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں کریگا۔

جواب:۔ یہ روایت بھی جھوٹی اور جعلی ہے۔ امام شوکانی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں "هُوَ مَوْضُوْعٌ" (الفوائد المجموعۃ فی احادیث الموضوعۃ ص۱۵۲ سطر ۱۰) کہ یہ روایت جعلی ہے۔

پس غیر احمدی علماء کی طرف سے جس قدر روایات اپنی تائید میں پیش کی جاتی ہیں ان میں سے ایک بھی اس امر کے اثبات کے لیے کافی نہیں کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد آپ کی پیروی اور غلامی میں آپ کی اُمت میں سے کوئی غیر تشریعی نبی نہیں آسکتا۔

پندرہویں حدیث:۔ "اِنَّ جِبْرِیْلَ لَا یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِیِّ صَلْعَمْ"

(اقتراب الساعۃ ص۱۹۳) (روح المعانی جلد ۷ ص۶۵)

جواب:۔ یہ حدیث بے اصل ہے (اقتراب الساعۃ ص۱۹۳)
لکھا ہے:۔ "یہ حدیث اِنَّ جِبْرِیلَ لَا یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِیِّ صلعم بے اصل ہے۔ حالانکہ کئی حدیثوں میں آنا جبریل کا آیا ہے۔" (اقتراب الساعۃ ص۱۹۳)
۲۔ حضرت علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:۔
"وَمَا اشْتَهَرَ اَنَّ جِبْرِیلَ لَا یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِیِّ فَهُوَ لَا اَصْلَ لَهٗ"
(روح المعانی جلد ۷ ص۹۵ و نجم الکرام ص۴۳۱)
پس یہ روایت بھی حجت نہیں۔

شرک فی الرسالت کا الزام

احراری محض عوام کو دھوکہ دینے کی نیت سے کہا کرتے ہیں کہ ہم "شرک فی الرسالت" برداشت نہیں کر سکتے۔

جواب:۔ (۱) "شرک فی الرسالۃ" کے قابلِ اعتراض ہونے کی اصطلاح تم نے کہاں سے نکالی ہے؟ کیونکہ "شرک" تو اسلامی اصطلاح میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو ہم پلّہ یا حصہ دار ماننے کا نام ہے کیونکہ وہ "واحد" ہے، لیکن رسالت تو ایک ایسا انعام الٰہی ہے جس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی شریک ہیں۔ پس اگر شرک فی الرسالۃ کوئی قابلِ اعتراض چیز ہے تو ہر مسلمان ایک لاکھ چوبیس ہزار مرتبہ اس "شرک فی الرسالۃ" کا اقرار کرتا ہے۔

(۲) تم خود مسیحؑ کی آمدِ ثانی کے قائل ہو جو "نبی اللہ" کا ہے۔ پھر شرک فی الرسالۃ کی غیرت کہاں گئی۔

(۳) قرآن مجید میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وادیٔ طور میں اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ (طٰہٰ ۱۳) کی صدا لگائی اور دربارِ فرعون میں جانے کا حکم ملا تو حضرت موسیٰؑ نے یہ دُعا کی۔ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ هَارُوْنَ اَخِی اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِیْ وَاَشْرِکْهُ فِیْ اَمْرِیْ (طٰہٰ: ۳۰ تا ۳۲)
اس آیت کا ترجمہ تفسیر قادری المعروف بہ تفسیر حسینی اُردو و فارسی سے نقل کیا جاتا ہے۔
"اور کردے میرے واسطے یعنی مقرر کر مدد دینے والا یا بوجھ بانٹنے والا۔ میرے لوگوں میں سے ہارون میرا بھائی مضبوط کر اس کے سبب سے میری پیٹھ اور شریک کر اُسے میرے کام میں یعنی انہیں نبوت میں میرا شریک کردے۔" (جلد ۲ ص۳۶)

(۴) حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں:۔ وَاَشْرِکْهُ فِیْ اَمْرِیْ وَالْاَمْرُ هٰهُنَا النُّبُوَّةُ (تفسیر کبیر جلد ۶ ص۲۳ مصری) یعنی یہ شریک فی النبوۃ کرنے کی دُعا ہے۔

(۵) تفسیر ابی السعود میں ہے:۔ "اِجْعَلْهُ شَرِیْکِیْ فِیْ نُبُوَّتِیْ" (برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۶ ص۲۹ مصری) یعنی یہ دُعا کی کہ اے خدا! ہارون کو میری نبوت میں میرا شریک کردے۔ پس یہ "شرک فی الرسالۃ" تو

... علیٰ اور عمدہ چیز ہے جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کر کے لجاجت سے حاصل کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسے بہت بڑا انعام اور فضل قرار دیا۔ جیسا کہ فرماتا ہے:۔

قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ مَرَّةً اُخْرٰی (طٰہٰ : ۳۸) کہ اے موسیٰ! ہم نے تیری "یہ شرک فی الرسالۃ" والی دُعا قبول کر لی اور صرف یہ نہیں بلکہ اس کے علاوہ ہم نے پہلے بھی ایک موقع پر تجھ پر ایک اور بڑا فضل کیا تھا۔ سورۃ مریم ۵۴ میں ہے: "وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا" یعنی ہم نے اپنی طرف سے خاص رحمت کے طور پر حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہارونؑ کو نبی بنایا۔ پس ثابت ہوا کہ جس طرح موسیٰؑ کے نبی بن جانے کے بعد اُن کے بھائی کا ان کے تابع نبی ہونا حضرت موسیٰؑ کی توہین نہیں بلکہ عزت افزائی اور فضل خداوندی ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں سے کسی کا نبی ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی میں بنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علو مرتبت اور شانِ عظمیٰ کو ثابت کرتا ہے نہ کہ باعث توہین ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

د۔ خاتم الرسل صلعم کے مرتبہ کو دیکھنا چاہیئے کہ ایسا پیغمبر جو کلمۃ خدا و روح اللہ ہے زمانِ آخر میں اُن کی امامت میں داخل شامل ہوگا۔ یہ رتبہ تو دنیا میں پایا جاوے گا آخرت میں پورا پورا رتبہ عزت سب انبیاء ورسل پر ظاہر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ (اقتراب الساعۃ صفحہ ۹۴)

ب۔ "لَیْسَ فِی الرُّسُلِ مَنْ یَّتْبَعُهٗ رَسُوْلٌ اِلَّا نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَفٰی بِهٰذَا شَرَفًا لِّهٰذِهِ الْاُمَّةِ الْمُحَمَّدِیَّةِ (حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۷ سطر ۱) یعنی جملہ انبیاء علیہم السلام میں سے سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی ایسا نبی نہیں ہے جس کے تابع کوئی دوسرا نبی ہو اور یہ اُمتِ محمدیہ کی ایک بہت بڑی فضیلت ہے۔" گویا جس چیز کو احراری معترض "شرک فی الرسالۃ" کی خود ساختہ اصطلاح کے نام سے ناقابلِ برداشت توہین" قرار دیتا ہے علماء گذشتہ کے نزدیک یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی فضیلت ہے اور اُمتِ محمدیہ کے شرف اور مرتبہ کو ثابت کرنے والی ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا جواب :۔

(۶) تورات میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں بھی یہ "شرک فی الرسالۃ" کی جھوٹی "غیرت" کا مظاہرہ کیا گیا تھا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا وہی جواب دیا جو آج ہم احراریوں کو دیتے ہیں کہ تم خدا تعالیٰ کے انعام کے دروازے بند کرنے والے کون ہو؟

ملاحظہ ہو۔ توراۃ میں ہے:۔ "تب موسیٰؑ نے باہر جا کے خداوند کی باتیں قوم سے کہیں اور بنی اسرائیل کے بزرگوں میں سے ستر شخص اکٹھے کئے اور انہیں خیمہ کے آس پاس کھڑا کیا۔ تب خداوند بدلی میں ہو کر اُترا اور اُس سے بولا اور اُس رُوح میں سے جو اُس میں تھی کچھ لیکے اُن ستر بزرگ شخصوں کو دی۔ چنانچہ جب روح نے اُن میں قرار پکڑا تو وہ نبوت کرنے لگے اور بعد اس کے پھر نہ کی اور اُن میں سے دو شخص خیمہ گاہ ہی میں رہے تھے جن میں سے ایک کا نام الداد تھا اور دوسرے کا نام میداد۔ چنانچہ رُوح نے ان میں قرار

پکڑا اور وہ خیمہ گاہ ہی میں نبوت کرتے تھے۔ تب ایک جوان نے دوڑ کے موسیٰ کو خبر دی کہ الداد اور میداد خیمہ گاہ میں نبوت کرتے ہیں۔ سو موسیٰ کے خادم نون کے بیٹے یشوع نے جو اُس کے خاص جوانوں میں سے تھا۔ موسیٰؑ سے کہا: کہ اے میرے خداوند موسیٰ! انہیں منع کر موسیٰؑ نے اُسے کہا کیا تجھے میرے لیے رشک آتا ہے کاش کہ خداوند کے سارے بندے نبی ہوتے اور خداوند اپنی رُوح اُن میں ڈالتا۔" (گنتی باب ۱۱ آیت ۲۴ تا ۳۰)

غیر احمدی:۔ یہ تورات کا حوالہ ہے یہ بطور دلیل پیش نہیں ہو سکتا۔

جواب:۔ قرآن میں ہے۔ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ (یونس: ۹۵) صحیح حدیث میں ہے: "حَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَلَا حَرَجَ" (بخاری۔ ترمذی۔ مسند احمد بن حنبلؒ۔ ابو داؤد۔ بحوالہ جامع الصغیر امام سیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ مطبوعہ مصر باب الباء۔ وجلد ۱ صفحہ ۱۴۳ باب الحاء۔) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بنی اسرائیل کی روایات بیان کرنے اور ان سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت دی۔ اور فرمایا کہ بے شک بنی اسرائیل کی روایات اخذ کر لیا کرو۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے خیر یہ تو عام حکم ہے لیکن روایت زیر بحث میں تو جس مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ قرآنی تعلیم کے خلاف نہیں بلکہ قرآنی تعلیم کے عین مطابق ہے اور خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس نظریہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سورۃ طٰہٰ کی مندرجہ بالا آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ پس اس کی صحت میں تو قطعاً کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

"شرک فی الرسالۃ" کا نعرہ بلند کرنے والوں سے ایک سوال

جہاں تک حضرت مسیح موعودؑ کا تعلق ہے حضورؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے ایک ذرہ بھر بھی علیحدگی کو "خسران وتباب" قرار دیا، لیکن ذرا مندرجہ بالا حوالجات کو پڑھ کر پھر ان لوگوں سے جو شرک فی النبوۃ کا جھوٹا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ پوچھئے کہ احمدیوں کے خلاف تو "تحفظ ختم نبوت" کے بہانے سے اشتعال انگیزی اور منافرت خیزی کی مہم چلا رہے ہو۔ لیکن قادری سلسلہ کے لوگوں کے خلاف کیوں محاذ نہیں بناتے۔ بلکہ اُن کے ساتھ تمہارا کامل اتحاد ہے۔ ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل:۔

۱۔ "كَانَ فِيْ زَمَنِ الْغَوْثِ رَجُلٌ فَاسِقٌ مُصِرٌّ عَلَى الذُّنُوْبِ وَلٰكِنْ تَمَكَّنَتْ مَحَبَّةُ الْغَوْثِ فِيْ قَلْبِهِ الْمَحْجُوْبِ۔ فَلَمَّا تُوُفِّيَ دَفَنُوْهُ فَجَاءَ مُنْكَرٌ وَّنَكِيْرٌ وَسَاَلَا مَنْ رَّبُّكَ وَمَنْ نَّبِيُّكَ وَمَا دِيْنُكَ فَاَجَابَهُمَا فِيْ كُلِّ سُؤَالٍ بِعَبْدِ الْقَادِرِ فَجَاءَهُمَا الْخِطَابُ مِنَ الرَّبِّ الْقَدِيْرِ يَا مُنْكَرُ وَنَكِيْرُ اِنْ كَانَ هٰذَا الْعَبْدُ مِنَ الْفَاسِقِيْنَ لٰكِنَّهٗ فِيْ مَحَبَّةِ مَحْبُوْبِي السَّيِّدِ عَبْدِ الْقَادِرِ مِنَ الصَّادِقِيْنَ فَلِاَجْلِهٖ غَفَرْتُ لَهٗ" (کتاب مناقب تاج الاولیاء وبرہان الاصفیاء۔ القطب الربانی والغوث الصمدانی السید عبد القادر الگیلانی مصنفہ الشیخ عبد القادر القادری ابن محی الدین الاربلی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۳)

ترجمہ :- حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک بدکار آدمی تھا جو گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا تھا، لیکن اس کے دل پر حضرت غوث الاعظم کی محبت غلبہ پا چکی تھی پس جب وہ شخص مر گیا تو اُسے دفن کر دیا گیا پھر اس کے پاس منکر نکیر آئے اور اس سے تین سوال کئے (۱) تیرا رب کون ہے، (۲) تیرا نبی کون ہے (۳) تیرا دین کونسا ہے ؟ پس اُس شخص نے ان تینوں سوالوں میں سے ہر سوال کا جواب "عبدالقادر" دیا (یعنی یہ کہا کہ میرا رب عبدالقادر ہے۔ میرا نبی عبدالقادر ہے اور میرا دین بھی عبدالقادر ہے) پس ربّ قدیر کی طرف سے آواز آئی کہ اے منکر اور نکیر! سُنو! اگرچہ یہ شخص فاسق تھا۔ لیکن یہ میرے محبوب عبدالقادر کا سچا عاشق ہے پس اس محبت کی وجہ سے میں نے اسے بخش دیا ہے"

فرمایئے! کہیں "شرک فی التوحید" "شرک فی الرسالۃ" اور "شرک فی الدین" میں کوئی کسر تو باقی نہیں رہی۔

۲- "فَقَالَ لِلْعِيْسَوِيِّ إِنَّ نَبِيَّكُمْ بِأَيِّ كَلَامٍ كَانَ يُخَاطِبُ الْمَيِّتَ حِيْنَ إِحْيَائِهِ فَقَالَ فِيْ جَوَابِهِ كَانَ يُخَاطِبُهُ بِقَوْلِهِ قُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ ..... فَقَالَ لَهُ الْغَوْثُ إِنَّ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ كَانَ مُغَنِّيًا فِي الدُّنْيَا إِنْ أَرَدْتَ أَنْ أُحْيِيَهُ مُغَنِّيًا فَأَنَا مُجِيْبٌ لَكَ فَقَالَ نَعَمْ فَتَوَجَّهَ إِلَى الْقَبْرِ وَقَالَ قُمْ بِإِذْنِيْ۔ فَانْشَقَّ الْقَبْرُ وَقَامَ الْمَيِّتُ حَيًّا مُغَنِّيًا۔" (کتاب مناقب تاج الاولیاء مطبوعہ مصر ص[۱۶])

"یعنی حضرت غوث الاعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عیسائی سے بحث کے دوران میں اس عیسائی سے دریافت کیا :- "تمہارا نبی (عیسٰی) مُردوں کو کیا کہہ کر زندہ کیا کرتا تھا؟ عیسائی نے جواب دیا۔ "قم باذن اللہ کہکر"۔ حضرت غوث الاعظم نے فرمایا کہ اس قبر میں مدفون شخص دُنیا میں مغنّی تھا اگر تو چاہے تو میں اس کو اس طرح زندہ کر سکتا ہوں کہ یہ گاتا ہوا زندہ ہو جائے۔ عیسائی نے کہا۔ بہت اچھا کر کے دکھایئے۔ تو حضرت غوث الاعظم نے فرمایا "قُمْ بِإِذْنِيْ" (یعنی میرے حکم سے اُٹھ!) پس قبر پھٹ گئی اور وہ مُردہ گاتا ہوا زندہ اُٹھ کھڑا ہوا"

گویا مسیح ناصری تو خدا کے حکم سے مُردے زندہ کرتے تھے۔ مگر حضرت غوث الاعظم نے اپنے حکم سے مُردہ زندہ کیا۔

۳- ایک اور فضیلت ملاحظہ فرمایئے :- "لَمَّا عُرِجَ بِحَبِيْبِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ اسْتَقْبَلَ اللّٰهُ أَرْوَاحَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنْ مَقَامَاتِهِمْ لِأَجْلِ زِيَارَتِهِ فَلَمَّا قَرُبَ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ رَآهُ عَظِيْمًا رَفِيْعًا لَابُدَّ لِلصُّعُوْدِ إِلَيْهِ مِنْ سُلَّمٍ وَمِرْقَاةٍ فَأَرْسَلَ اللّٰهُ إِلَيْهِ رُوْحِيْ فَوَضَعْتُ كَتِفِيْ مَوْضِعَ الْمِرْقَاةِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّضَعَ قَدَمَيْهِ عَلٰى رَقَبَتِيْ سَأَلَ اللّٰهَ تَعَالٰى عَنِّيْ فَأَلْهَمَهُ هٰذَا وَلَدُكَ اسْمُهُ عَبْدُ الْقَادِرِ (کتاب مناقب تاج الاولیاء ص[۸])

حضرت غوث الاعظم جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ معراج کی شب جب حبیب خدا آنحضرت صلعم آسمان پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء اور اولیاء کی روحوں کو اُن کے مقامات سے حضور صلعم کے

استقبال وزیارت کے لیے بھیجا پھر جس وقت آنحضرت صلعم عرش الٰہی کے قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ عرش الٰہی بہت بڑا اور بہت اونچا ہے اور اس پر سیڑھی کے بغیر چڑھنا مشکل ہے۔ پس آپ کو سیڑھی کی ضرورت پیش آئی تو یکدم اللہ تعالےٰ نے میری (غوث الاعظم کی) روح کو بھیج دیا چنانچہ میں نے اپنا کندھا سیڑھی کی جگہ کر دیا پس جب آنحضرت صلعم میرے کندھے پر پاؤں رکھنے لگے تو حضور صلعم نے اللہ تعالےٰ سے میرے بارے میں دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ آپ کا بیٹا ہے اور اس کا نام عبد القادرؒ ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرش الٰہی تک حضرت غوث الاعظمؒ کی مدد سے پہنچ سکے۔ حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں:-

۴- وَمَا مِنْ نَبِيٍّ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا وَلِيٍّ اِلَّا وَقَدْ حَضَرَ مَجْلِسِيْ هٰذَا الْاَحْيَاءُ بِاَبْدَانِهِمْ وَالْاَمْوَاتُ بِاَرْوَاحِهِمْ۔" (مناقب تاج الاولیاء۔ مذکور ص۲۴ مصری) کوئی ایک نبی یا ولی ایسا نہیں جو میری اس مجلس میں حاضر نہ آیا ہو اُن میں سے جو زندہ ہیں وہ اپنے جسموں سمیت یہاں آتے اور جو فوت ہو چکے ہیں اُن کی روحیں حاضر ہوتیں۔

نوٹ:- اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ تھے تو یقیناً وہ بھی آسمان پر سے اُتر کر حضرت غوث الاعظم کی مجلس میں حاضر ہوتے ہونگے۔ پس آنحضرت صلعم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کم از کم ایک مرتبہ تو آسمان سے نزول فرما چکے ہیں۔ اب دوبارہ آسمان پر چڑھنے کے لئے کس نقل کی ضرورت ہے۔ اس حاضری سے آنحضرتؐ بھی مستثنیٰ نہیں ہیں۔

۵- حضرت غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں:- "هٰذَا وُجُوْدُ جَدِّيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وُجُوْدُ عَبْدِ الْقَادِرِ۔" (کتاب مناقب تاج الاولیاء۔ مصری ص۳ و گلدستہ کرامات ص۱) کہ یہ میرا اپنا عبد القادر کا وجود نہیں بلکہ میرے نانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے۔

۶- "هُوَ مُتَصَرِّفٌ فِي التَّكْوِيْنِ بِالْاِذْنِ الْمُطْلَقِ۔" (مناقب تاج الاولیاء مصری ص۳) یعنی حضرت غوث الاعظم کو "کُن فیکون" کا تصرف حاصل ہے۔

۷- "لَهُ الْاَخْلَاقُ الْمُحَمَّدِيَّةُ وَالْحُسْنُ الْيُوْسُفِيُّ۔ وَالصِّدْقُ الصِّدِّيْقِيُّ وَالْعَدْلُ الْعُمَرِيُّ وَالْحِلْمُ الْعُثْمَانِيُّ وَالْعِلْمُ وَالشَّجَاعَةُ وَالْقُوَّةُ الْحَيْدَرِيَّةُ" (مناقب تاج الاولیاء۔ مصری ص۱۳) یعنی حضرت غوث الاعظم میں اخلاق محمدیؐ۔ حسنِ یوسفی۔ صدقِ صدیقی۔ عدلِ عمرؓ۔ حلم عثمان اور حضرت علی کا علم شجاعت اور قوت تھی۔

۸- "هُوَ فِيْ مَقَامِ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى" (مناقب تاج الاولیاء ص۲۹) یعنی حضرت غوث الاعظم مقام دنا فتدلّٰی فکان قاب قوسین اَو ادنٰی میں ہیں۔

۹- حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں:- لوگ جانتے ہیں کہ میں اُن جیسا ایک شخص ہوں اگر عالمِ غیب میں میری صفت دیکھیں تو ہلاک ہو جائیں اور فرماتے ہیں:-

"میری مثال اس دریا کی طرح ہے جس کا نہ گہراؤ معلوم ہے نہ اوّل و آخر۔ ایک نے پوچھا عرش کیا

ہے؟ فرمایا میں ہوں" پوچھا "کرسی کیا ہے فرمایا "میں ہوں" پوچھا خدا کیا ہے؟ فرمایا "میں" کہا خُدا عزوجل کے برگزیدہ بندے ابراہیمؑ و موسٰیؑ و عیسٰیؑ محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام فرمایا "سب میں ہوں" کہا کتے ہیں کہ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں جبرئیلؑ - میکائیل - اسرافیل - عزرائیل علیہم السلام فرمایا! وہ سب میں ہوں۔"

(ظہیر الاصفیاء ترجمہ اُردو تذکرۃ الاولیاء چودھواں باب صفحہ ۱۵۴، ۱۵۵ و تذکرۃ الاولیاء اُردو شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز مطبع علمی پرنٹنگ پریس بار سوم ص ۱۲۸)۔

ب:۔ ابویزید سے لوگوں نے کہا کہ فردائے قیامت میں خلائق لوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے ہونگے کہا قسم خدا کی میرا لواء (جھنڈا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لواء سے زیادہ ہے کہ خلائق اور پیغمبر میرے لواء کے نیچے ہونگے۔ مجھ جیسا نہ آسمان میں پائیں گے اور نہ زمین میں۔

(ظہیر الاصفیاء ترجمہ اُردو تذکرۃ الاولیاء مطبع اسلامیہ لاہور بار سوم ص ۱۵۹ چودھواں باب)۔

نوٹ:۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بایزید بسطامی مجذوب تھے۔ کیونکہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بایزید بسطامی کے بارے میں لکھا ہے کہ بقولِ حضرت جنید بغدادی آپ کا مقام اولیاء اُمت میں ایسا ہے جیسے جبرئیل کا مقام دوسرے فرشتوں میں۔

(کشف المحجوب مترجم اردو ص ۱۳۲ شائع کردہ شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین ۱۳۲۲ھ مطبع عزیزی لاہور)

مستلزم کفر یا مدارِ نجات کی آمد!

غیر احمدی:۔ ایسا وجود جس کا انکار مستلزم کفر یا مدار نجات ہو اگر آجائے تو اُمتِ محمدیہ میں تفرقہ پڑ جائیگا اس لئے ممتنع ہے۔

جواب:۔ یہ ایک بلادلیل مفروضہ ہے یہ کہاں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے کسی کو بھی عذاب نہیں دیگا یا اس اُمت میں تفرقہ نہیں پڑیگا۔ حدیث میں تو یہ لکھا ہے اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی اِثْنَتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃٍ تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃٍ کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً۔ (مشکوٰۃ اصح المطابع ص ۳۰ مطبع احمدی) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود کے بہتّر فرقے ہوئے تھے لیکن میری اُمت کے ۷۳ فرقے ہو جائینگے اُن میں سے ۷۲ دوزخی ہونگے سوائے ایک فرقہ کے پس تفرقہ بھی موجود ہے اور اکثریت کا "فی النار" ہونا بھی مسلم ہے پھر یہ "احتیاط" کس لئے ہے؟

۲:۔ مسیح موعودؑ اور امام مہدی کی آمد کا عقیدہ ایک اجماعی عقیدہ ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ اُن کا انکار کفر ہے ملاحظہ ہو:۔

ا۔ جو کوئی ...... تکذیب مہدی کی کرے گا وہ کافر ہو جائیگا۔ رواہ ابوبکر الاسکاف فی فوائد الاخبار و ابوالقاسم السہیلی فی شرح السیرۃ" (اقتراب الساعۃ ص ۱۰۰)

ب۔ و ابوبکر بن ابی خیثمہ اسکاف چنانکہ سہیلی از وے نقل کردہ دریں باب توغل نمودہ در فوائد

الاخبار بسند خود از مالک بن انس از محمد بن منکدر از جابر آورده کہ گفت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ كَذَّبَ بِالْمَهْدِيْ فَقَدْ كَفَرَ (حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۱) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مہدی کی تکذیب کرنیوالا کافر ہوگا۔ (ج) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ وَمَنْ قَالَ بِسَلْبِ نُبُوَّتِهٖ كَفَرَ حَقًّا كَمَا صَرَّحَ بِهِ السُّيُوْطِيْ فَاِنَّهٗ النَّبِيُّ لَا يَذْهَبُ عَنْهُ وَصْفُ النُّبُوَّةِ فِيْ حَيَاتِهٖ وَلَا بَعْدَ مَوْتِهٖ .... وعیسیٰ را بعد نزول وحی الٰہی آید چنانکہ در حدیث نواس بن سمعان نزد مسلم وغیرہ آمدہ يَقْتُلُ عِيْسٰى الدَّجَّالَ عِنْدَ بَابِ لُدٍّ الشَّرْقِيِّ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ وَاِذَا اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ اِنِّيْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا مِّنْ عِبَادِيْ لَا يَدَ اِنِّ لَكَ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِيْ اِلَى الطُّوْرِ اَلْحَدِيْث وظاہر آنست کہ آرندہ وحی بسوئے او جبرئیل علیہ السلام باشد بلکہ بہمیں یقین داریم و دراں تردد نمی کنیم چہ جبرئیل سفیرِ خدا است درمیان انبیاء علیہم السلام و فرشتہ دیگر برائے ایں کار معروف نیست (حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱) (۳) یہ تو خیر امام مہدی یا مسیح موعود کا ذکر ہے لیکن انکے علاوہ بھی بعض ہستیاں ایسی ہیں جن پر ایمان لانا مدارِ نجات ہے ملاحظہ ہو (ا) قرآن مجید:۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء: ۶۰) (ب) مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِيْ مِثْلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ " (مستدرک امام حاکم بحوالہ جامع الصغیر للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۵۴ مطبوعہ مصر باب المیم) یعنی میرے اہل بیت کی مثال نوحؑ کی کشتی کی ہے جو کوئی اس پر سوار ہوگا نجات پائیگا اور جو پیچھے رہیگا وہ غرق ہوگا۔ (یہ حدیث ہے)

اس حدیث میں اہل بیت نبوی پر ایمان لانے کو مدارِ نجات ٹھہرایا گیا ہے (ج) حدیث میں ہے حُبُّ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ مِنَ الْاِيْمَانِ وَبُغْضُهُمَا نِفَاقٌ وَحُبُّ اَنْصَارِ مِنَ الْاِيْمَانِ وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ (ابن عساکر بحوالہ جامع الصغیر للسیوطی باب حرف الحاء صفحہ ۱۴۶ جلد ۱) یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کی محبت ایمان میں سے ہے اور اُن سے بغض نفاق (کفر) ہے انصار کی محبت ایمان اور ان سے بغض کفر ہے (د) مَنْ سَبَّ اَصْحَابِيْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ " (طبرانی بحوالہ جامع الصغیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۲) یعنی جو کوئی میرے اصحاب کو گالی دے اُس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور جملہ انسانوں کو لعنت (ھ) اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی کو الہام کیا۔ مَقْبُوْلُكَ مَقْبُوْلِيْ وَمَرْدُوْدُكَ مَرْدُوْدِيْ (کتاب مناقب تاج الاولیاء مصری صفحہ ۲۱/۲۲) کہ تیرا مقبول میرا مقبول اور تیرا مردود میرا مردود ہے۔ (و) وَمَنْ يَّنْحَرِفْ عَنْ طَاعَتِهٖ يَقَعُ مِنْ ذُرْوَةِ الْقُرْبِ اِلٰى اَسْفَلِ الْبُعْدِ وَالْحِرْمَانِ " (مناقب تاج الاولیاء صفحہ ۱۳) یعنی جس نے حضرت غوث الاعظم کی فرمانبرداری سے انحراف کیا وہ قریب کی بلندیوں سے گر کر اسفل السافلین میں جا گرا۔ (ز) حضرت غوث الاعظم کا منکر کافر ہے (مناقب تاج الاولیاء صفحہ ۱۳) (۶) شَیْخَیْن یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ کو بُرا کہنے سے کافر ہوتا ہے "

(مَا لَا بُدَّ مِنْهُ (اردو) شائع کردہ ملک دین محمد اینڈ سنز مصنفہ مولوی ثناء اللہ صاحب پانی پتی صفحہ ۹۸)

(ط) شیعوں کا عقیدہ ہے کہ بارہ اماموں پر ایمان لانا مدارِ نجات ہے۔ ملاحظہ ہو حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

نَحْنُ قَوْمٌ أَمَرَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى بِطَاعَتِنَا وَنَهٰى عَنْ مَعْصِيَتِنَا نَحْنُ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ عَلٰى مَنْ دُوْنَ السَّمَآءِ وَفَوْقَ الْاَرْضِ" (کافی کتاب الحجۃ باب ۵۳) کہ ہم (ائمہ) ایسی معصوم جماعت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو ہماری فرمانبرداری کرنے اور ہماری نافرمانی نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہم حجتِ بالغہ ہیں اُن پر جو آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہیں۔

(۴) حدیث مجددین میں ہے کہ "اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا" (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ مطبوعہ مطبع نولکشور۔ کتاب الملاحم باب "مَا يُذْكَرُ فِيْ قَرْنِ الْمِائَةِ" کی پہلی حدیث۔ نیز مشکوٰۃ مطبع اصح المطابع و مطبع مجتبائی صفحہ ۳۶ کتاب العلم)۔

(اس کی تفصیل دیکھو دلائل صداقت مسیح موعودؑ پندرہویں دلیل)۔

۵۔ حدیث میں ہے۔ "مَنْ لَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةً الْجَاهِلِيَّةِ" رواہ ابوداؤد والطیالسی فی مسندہ وابونعیم فی حلیۃ عن ابن عمرؓ۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۰۰)

نوٹ:۔ یہ حدیث اہلِ شیعہ کے ہاں بھی مسلّم ہے (ملاحظہ ہو کلینی صفحہ ۹۶ و صفحہ ۱۹۰) "یعنی جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کرے وہ جاہلیت کی موت مریگا"۔

۶۔ امام مہدی کے بارے میں ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۱۶ کتاب الملاحم مطبوعہ مطبع نولکشور کی حدیث میں ہے کہ "اِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ"۔ یعنی جب تم امام مہدی کا زمانہ پاؤ تو تمہیں چاہیئے کہ اُسے شناخت کرو اور ایک دوسری روایت میں ہے: "فَاِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَبَايِعُوْهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَاِنَّهٗ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ" (ابن ماجہ کتاب الفتن جلد ۲ باب خروج المہدی حدیث نمبر ۴۰۸۴)

یعنی جب تم امام مہدی کا زمانہ پاؤ تو اُس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف پر سے گھٹنوں کے بل ہی اُس کے پاس جانا پڑے کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ ہے۔

۷۔ شیعوں کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانیؓ اور حضرت غوث الاعظم جیلانیؓ کے فتاویٰ کفر کی تفصیل ملاحظہ ہو مضمون بعنوان "حربۂ تکفیر" (آخری حصہ پاکٹ بک ہذا)۔